آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم

ادارہ اسلامیات

لاہور، کراچی (پاکستان)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ	۴	آپؐ کا بسترہ مبارک	۵۴
آنحضرتؐ کی تربیت کا قدرتی انتظام	۷	آپؐ کا عفو و کرم	۵۶
آپؐ کا خلق خود قرآن ہے	۸	آپؐ کی چشم پوشی	۶۲
آپؐ نے کن باتوں کا حکم دیا؟	۱۵	آپؐ کی سخاوت	۶۵
آپؐ نے کن چیزوں سے روکا؟	۱۶	آپؐ کی شجاعت	۶۷
اخلاقِ نبویؐ کے چند نمونے۔	۱۸	آپؐ کی تواضع و انکساری	۶۹
آپؐ کی عادات و خصائل کی		آپؐ کا حلیۂ مبارک	۷۲
ایک اور فہرست۔	۲۷	آپ کا رنگ مبارک	۷۳
آپؐ کی گفتگو اور ہنسی کا بیان	۳۴	موئے مبارک	۷۳
کھانے کے بارے میں آپؐ کی عاداتِ طیبہ	۳۹	آپؐ کا چہرۂ انور	۷۴
لباس سے متعلق آپؐ کی عادات	۴۸	آپؐ کی چال	۷۶
آپؐ کی انگوٹھی کا بیان	۵۱	آپؐ کے چند معجزات	۷۷
آپؐ کی ٹوپی اور عمامہ	۵۳	فریادِ امّت (نظم)	۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔

اما بعد احقر نے ۱۳۴۶ھ میں ایک مختصر رسالہ سیرت خاتم الانبیاءؐ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں مستند کتابوں کے حوالہ سے جمع کیا تھا جس کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حسنِ قبول عطا فرمایا، عام مسلمانوں اور عورتوں بچوں کی تعلیم کے لئے اس کو پسند کیا گیا۔ اور سینکڑوں مدارس میں داخل نصاب کر لیا گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ۔

اس کے بعد اتفاقاً ایک رسالہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بنام آداب النبیؐ نظر سے گذرا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل اور حلیہ شریفہ و معجزات کو اسی طرح اختصار کے ساتھ جمع فرمایا ہے ۔ مگر اس میں نہ احادیث کی اسانید مذکور تھی ۔ نہ کتب حدیث کا حوالہ ۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ رسالہ دراصل احیاء العلوم ربع ثانی کا آخری حصّہ ہے جس کو کسی نے علیحدہ طبع کر دیا ہے یہ معلوم ہو کر اس لئے مسرّت ہوئی کہ احیاء العلوم پر جو تخریج احادیث حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرما دی ہے۔ اس میں اس رسالہ کی تمام روایات کا حوالہ کتب حدیث کا بآسانی مل گیا۔

اب دل چاہا کہ اس رسالہ کا سلیس اُردو میں ترجمہ ہو جائے تو سیرت خاتم الانبیاء۔ کا گویا دوسرا حصّہ ہو جائے گا اور انشاء اللہ اسی کی طرح مفید ہو گا۔ بلکہ حضرت مصنف قدس اللہ سرہٗ کی برکت سے انشاء اللہ اس سے بھی زیادہ مفید ہونے کی توقع ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ شروع کیا اور ساتھ ساتھ ایک ماہوار رسالہ میں اس کی اشاعت شروع ہو گئی۔ لیکن اتفاقاً اسباب ایسے پیش آئے کہ یہ رسالہ بند ہو گیا اور اس کے ترجمہ کا جو ایک تقاضا اشاعت مؤقت کی وجہ سے تھا وُہ نہ رہا۔ اور یہ سلسلہ متروک ہو گیا۔ اس درمیان میں بعض احباب نے تقاضا بھی کیا لیکن دوسرے مشاغل کے سبب یہ ارادہ ٹلتا رہا۔ یہاں تک کہ اب پورے بیس سال کے بعد ربیع الاوّل ۱۳۶۷ھ میں پھر خود اس رسالہ کے اتمام کا تقاضا دل میں پیدا ہوا۔ نصف رسالہ باقی تھا۔ بنام خدا تعالیٰ شروع کیا تو بحمد اللہ صرف تین روز میں یہ بقیّہ نصف پورا ہو گیا۔ اور ابتدائی نصف پر بھی نظر ثانی اور اس کی مختصر ترمیم ہو گئی۔ واللہ الموفق والمعین۔

اس ترجمہ میں احقر نے اس کا لحاظ رکھا ہے کہ کتاب کا پُورا مضموُن سلیس اُردو میں بے کم و کاست آجائے مگر زبان کی سلاست کے خیال سے لفظی ترجمہ کی پوری رعایت نہیں کی بلکہ خلاصہ مضمون اردو میں لکھ دیا۔ نیز بعض مواقع میں تائید کے لئے کچھ تاریخی واقعات اور توضیح کے لئے کچھ فوائد کا اضافہ بھی کیا ہے جس کو اُسی جگہ ظاہر کر دیا ہے اور بعض

جگہ طویل عبارات میں اختصار بھی کیا ہے۔ نیز چونکہ اصل کتاب میں روایات حدیث کے حوالے بھی مذکور نہ تھے اور وہ بہت اہم اور ضروری چیز ہے تاکہ حدیث کا درجہ قوی یا ضعیف وغیرہ ہونے کے متعلق معلوم ہوجائے احقر نے تمام روایات کے حوالے حافظ زین الدین عراقی کی تخریج احیاء سے لے کر ہر روایت کے ساتھ یا اس کے حاشیہ پر نقل کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ اس رسالہ کو احقر اس کے والدین اور مشائخ و اساتذہ اور جملہ احباب و اقارب اور تمام مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کاملہ پیدا کرنے اور آپ کی سنّت و شریعت پر چلنے کا ذریعہ بنا دیں۔

وبیدہ التوفیق ولاحول ولاقوۃ اِلا باللّٰہ وصلی اللہ تعالیٰ
علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ہ

ناکارۂ خلائق

بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۶۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب و ترتیب کا قدرتی انتظام

عموماً حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیّت کا حق تعالیٰ خود انتظام فرماتے ہیں، خصوصاً حضرت سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و تادیب ایک امتیازی شان سے ہوئی کہ تربیّت اور تادیب تعلیم و تہذیب کے جتنے ظاہری ذرائع تھے سب منقطع کر دیئے گئے۔ ایسے شہر میں پیدا ہوئے جہاں نہ کوئی علمی مشغلہ نہ کوئی مکتب و مدرسہ، نہ کوئی عالم نہ علمی مجلسیں، والدِ ماجد کا سایہ پیدائش سے پہلے سر سے اُٹھ گیا، ایسے لوگوں میں پلے اور بڑھے، جنہیں علم و تہذیب سے دور کا بھی علاقہ نہیں تھا، پھر کسی دوسری جگہ بھی طلبِ علم کے لئے سفر نہیں کیا۔ یہاں رہتے ہوئے بھی معمولی لکھنا پڑھنا جو دوسرے لوگ سیکھ لیتے تھے آپ نے وہ بھی نہ سیکھا۔ اُمّی محض (اَن پڑھ) رہے، اپنا نام خود نہ لکھتے تھے۔

ان حالات میں حق تعالیٰ نے جبرئیل امین کے ذریعہ آپ کی تربیت اور تہذیب کا وہ انتظام فرمایا کہ دنیا حیرت میں رہ گئی۔ آپ ہی کی ذاتِ گرامی ساری دنیا کے لئے علم و حکمت اور اخلاق و آداب، تہذیب و تادیب کا معیار ثابت ہوئی، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

اسی مضمون کو مولانا جامیؒ نے اپنے دو شعروں میں بہت ہی بلیغ انداز سے بیان فرمایا ہے، وُہ یہ ہیں ۔

نَقدِ یَثرِب سُلاَلَہٗ بَطحٰی　　اُمّیٔ کَوح خوانِ مَا اَوحیٰ
فیضِ اُمُّ الکتاب پروردش　　لَقَب اُمّی خدا ازاں کردش

حق تعالیٰ نے آپ کا قلبِ مبارک بھی اوّل ہی سے ایسا بنایا تھا کہ ابتداء ہی سے آپ کا نصب العین مکارمِ اخلاق کی تکمیل تھی، آپ کی دُعا حق تعالیٰ سے یہ تھی ۔

" یا اللہ ہمیں نیک عمل اور اچھے اخلاق کی ہدایت کر کہ عُمدہ اخلاق کی ہدایت آپ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور بُرے اخلاق کو ہم سے دُور کر دے کہ بُرے اخلاق کو بھی آپ کے سِوا کوئی زائل نہیں کر سکتا ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا خُلق خُود قرآن ہے

حضرت سعد بن ہشامؓ کا بیان ہے کہ میں ایک روز حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ بیان کیجئے ۔ تو فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ۔ میں نے عرض کیا کہ الحمد اللہ قرآن تو روز پڑھتا ہوں فرمایا " بس قرآن ہی آپ کا خُلق ہے" کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو

قرآن ہی کے ذریعہ مکارمِ اخلاق سے آراستہ فرمایا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں :-

قرآنِ کریم میں ایک جگہ آپ کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے ۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (اعراف)	عفو و درگذر کو اختیار کیجئے اور لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلایئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِی الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۔	بیشک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور بے حیائی کی باتوں سے اور برے کاموں سے اور ظلم سے بچنے کا حکم فرماتا ہے ۔

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔	لوگوں کی طرف سے جو آپ کو ایذا پہنچے اس پر صبر کیجئے کہ یہی پختہ کاموں میں سے ہے ۔

اور ایک جگہ نیک خصلت عفو و کرم فرمانے والے لوگوں کی مدح کر کے اس طرح ترغیب دی گئی ۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط	جنّت تیار کی گئی ان لوگوں کے لیے جو غصہ کو دبانے اور لوگوں کی خطائیں معاف کرنے والے ہیں ۔

اور

وَاجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ	بچتے رہو بہت گمان قائم کرنے سے ۔ بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ۔ اور بھید نہ ٹٹولو

بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۔	کسی کا اور پیٹھ پیچھے کسی کو برا نہ کہو۔

غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا اور آہنی ٹوپی کی چند کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں تو چہرۂ مبارک سے خون پونچھتے ہوئے زبان پر یہ کلمات آگئے کہ "وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ اس طرح خون آلود کر دیا جب کہ وہ ان کو ان کے رب کی طرف دعوت دے رہا تھا"۔ بدنصیب قوم کی اس وحشیانہ حرکت پر یہ کلمات کچھ سخت نہ تھے لیکن شان رحمت اللعالمین اس سے بھی بلند تھی اس لئے خود آپ کی تادیب کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ بددعا کرنا آپ کی شان کے شایاں نہیں۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ	تیرا اختیار اس کام میں کچھ نہیں چاہے اللہ ان
عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ	کو توبہ نصیب کرے یا ان کو سزا دے کیونکہ
ظَالِمُونَ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	وہ ناحق پر ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ
وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ	آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ	معاف کرے جسے چاہے اور سزا دے جسے چاہے۔
غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران)	اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن مجید میں اس قسم کی تادیبات بے شمار ہیں جن کا مقصود اول سرورکائنات سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اخلاق فاضلہ کے ساتھ آراستہ کرنا اور پھر اس آفتاب رسالت کی روشنی سے کل عالم کا منور کرنا اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دینا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت

قرآن مجید سے کی گئی ہے اور تمام عالم کی تادیب و تہذیب آپ کی ذات سے اور اسی لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

بعثت لاتمم مکارم اخلاق (رواہ احمد الحاکم والبیہقی من حدیث ابی ہریرۃ ۱۲ تخریج[1])	میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔

حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کی تعلیم دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق کو بتلا دیا کہ:-

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَیُبْغِضُ سَفْسَافَھَا۔ (بیہقی عن سہل بن سعد وطلحہ بن عبید)	اللہ تعالیٰ عمدہ اخلاق کو پسند فرماتے ہیں اور خراب اخلاق سے ناراض ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ اور صلح و جنگ کے حالات اس کے شاہد ہیں کہ آپ کی تمام تر کوششیں صرف اخلاقِ صالحہ کی تکمیل اور لوگوں کو زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنا تھا۔

حاتم طائیؒ جو عرب کا سخی اور شریف آدمی مشہور ہے۔ ایک جہاد میں اس کی لڑکی گرفتار ہو کر آگئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئی تو اس نے بیان کیا کہ:-

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ نہایت وفا شعار اور عہد کا پابند تھا۔ قیدیوں کو چھڑاتا اور بھوکے آدمیوں

---

[1] یہ روایت حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھی ہے جس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے۔ ۱۲ تخریج احیاء

کو کھانا کھلاتا تھا۔ اس نے کبھی کسی طالبِ حاجت کا سوال رد نہیں کیا۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں اور میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک مسلمانوں کے اخلاق ہیں۔ اگر تمہارے باپ مسلمان ہوتے تو ہم ان کے لئے دعا کرتے اور پھر حکم فرما دیا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے کیونکہ اس کا باپ اخلاقِ حسنہ کو پسند کرتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اخلاقِ حسنہ کو پسند فرماتا ہے۔

یہ سن کر ابو بردہؓ ابن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا خدا تعالیٰ مکارمِ اخلاق کو محبوب رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنۃ	قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے
الاحسن الاخلاق (حکیم ترمذی)	جنت میں اچھے اخلاق والے کے سوا کوئی نہ جاسکے گا۔

فتح[1] مکہ کے موقعہ پر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عظیم الشان جمعیت مکہ مکرمہ کی طرف بڑھی تو راستہ میں ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ کے ارادۂ جہاد کو بھی اس نے عام بادشاہوں کی جنگ پر قیاس کر کے عرض کیا کہ اگر آپ حسین عورتیں اور سرخ اونٹ چاہتے ہیں تو قبیلہ بنی مدلج پر چڑھائی کیجئے (کیونکہ ان میں ان کی کثرت ہے) لیکن

---

[1] یہ واقعہ اور اس کے بعد کا واقعہ امام غزالی کے اصل رسالہ میں نہ تھے۔ احقر نے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲ محمد شفیع غفرلہ۔

اسے کیا معلوم تھا ؎

گریہ و خندۂ عشاق ز جائے دگرست　　می سرایم بشب و وقت سحر می مویم

یہاں صلح و جنگ کا مقصد ہی کچھ اور تھا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ:۔

> "مجھے حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر حملہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے اقربا کے حقوق پہچانتے ہیں۔"
>
> (کذا فی الاحیاء (فی غیر ہذا الموضع)۔

عین حالتِ جنگ میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی ہے کہ جو لوگ اخلاقِ حسنہ سے کچھ حصہ رکھتے ہیں ان کو ہر قسم کی تکلیف سے بچایا جاوے۔ جس سے حدیث مذکور کی عملی شرح معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تمام مساعی صلح و جنگ کا مقصدِ اعلیٰ مکارمِ اخلاق کی تکمیل ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال کا نمونہ ہیں اس لئے ان کے تمام صلح و جنگ کے حالات بھی اسی طرز پر واقع ہوئے ہیں۔ مورخِ بلاذریؒ[1] نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں اہلِ کندہ نے مرتد ہو کر عمّالِ حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تو اشعث ابن قیس فریقِ مخالف کا قائد اور سردار تھا۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور دشمن بہت سے قتل و غارت کے

---

[1] فتوح البلدان ۱۲ ش۔

بعد مغلوب ہو کر ایک قلعہ میں محصور ہو گئے۔ لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو عاجز ہو کر اشعث ابن قیس نے قلعہ کا دروازہ کھولنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن چونکہ اشعث مسلمانوں کی فیاضی اور دریا دلی سے واقف تھے۔ مناسب سمجھا کہ اس وقت اس سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ سوچ کر چند آدمیوں کے لئے امان طلب کی۔ مسلمانوں نے حسبِ عادت منظور کر لیا۔ لیکن جس وقت معاہدۂ امن ہو چکا۔ اشعث کے ساتھیوں میں سے معدابن اسعود نے اشعث کی کمر پکڑ لی اور اصرار کیا کہ مجھے بھی ان لوگوں میں داخل کر دے جن کو امن دیا گیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کی تعداد مقرر ہو چکی تھی۔ اب زیادتی مشکل تھی۔ اشعث کو جب کوئی صورت اس کے داخل کرنے کی نظر نہ آئی تو ایک عظیم الشان ایثار سے کام لیا کہ اپنی جگہ اس کا نام درج کر دیا اور خود ان سے علیحدہ ہو کر اپنے آپ کو لشکرِ اسلام کے حوالے کر دیا۔ لشکرِ اسلام کے امیر زیادؓ بن لبید نے ان کو قید کر کے خلیفۂ وقت حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں دارالخلافت بھیج دیا۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ کو جب اشعث کے ایثار اور حسنِ خلق کا حال معلوم ہوا تو ان کو آزاد کر دیا۔ اشعث کے دل میں اسلام پہلے سے گھر کر چکا تھا اس وقت مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور پھر مسلمانوں کے مبلغ بن کر شام و عراق میں اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اپنی حقیقی ہمشیرہ فروہ بنت ابی قحافہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ الغرض حضرت صدیق اکبرؓ نے اشعث کو محض حسنِ اخلاق کی وجہ سے یہ اعزاز بخشا۔

(فتوح البلدان صـ۱۰۸ ۱۲ مترجم)

حضرت[1] معاذ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مذہب اسلام محاسن اخلاق اور محاسن اعمال سے گھرا ہوا ہے۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) دوستوں، عزیزوں اور تمام ملنے والوں سے اچھا سلوک کرنا یعنی ان کو ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رکھنا۔

(۲) نیک عمل کرنا۔

(۳) سب سے نرمی کا برتاؤ کرنا

(۴) سب پر احسان و بخشش کرنا۔

(۵) لوگوں کو کھانا کھلانا اور سلام کو عام شائع کرنا یعنی جان پہچان ہو یا نہ ہو ہر مسلمان کو سلام کرنا۔

(۶) بیمار کی عیادت کرنا۔ خواہ نیک ہو یا بد (اپنا ہو یا بیگانہ)

(۷) مسلمان کے جنازہ کے پیچھے چلنا (خواہ اس سے جان پہچان کا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو)

(۸) پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

(۹) ہر مسلمان بوڑھے آدمی کی تعظیم کرنا۔

(۱۰) جو شخص کھانے کی دعوت کرے اس کو قبول کرنا اور دعوت کرنے والے کے لئے دعا کرنا۔

---

[1] قال فی تخریج الحدیث بطولہ ماطرفتہ ولکنہ علی اصل یعنی عنہ حدیث الاتی بعدہٗ بحدیث اللعاقہ ۱۲ ـ

(۱۱) لوگوں کی خطاؤں اور زیادتی کو معاف کرنا۔

(۱۲) جن لوگوں میں اختلاف ہو ان میں صلح کرا دینا۔

(۱۳) سخاوت اور شرافت اور ہمت کو اختیار کرنا۔

(۱۴) سلام کرنے میں سبقت کرنا۔

(۱۵) غصّہ کو پی جانا۔ یعنی غصّہ کے مقتضے پر عمل نہ کرنا (اور اس کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ اس جگہ سے علیحدہ ہو جاوے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاوے۔

(۱۶) لوگوں کی خطائیں معاف کرنا۔

اور اسلام انسان کو ان چیزوں سے روکتا ہے

(۱) لہو ولعب سے۔
(۲) تمام باطل کاموں سے۔
(۳) گانے بجانے اور مزامیر سے۔
(۴) کینہ سے۔
(۵) مکر وفساد سے۔
(۶) جھوٹ اور غیبت سے۔
(۷) بخل اور کنجوسی سے۔
(۸) تیز مزاجی سے۔
(۹) مکر اور دھوکہ بازی سے۔
(۱۰) چغل خوری سے۔
(۱۱) آپس کی نااتفاقی سے۔
(۱۲) قطع رحمی سے۔
(۱۳) بدخلقی سے۔
(۱۴) تکبّر اور فخر سے۔
(۱۵) کسی کی مدح میں مبالغہ آمیز زبان درازی سے۔
(۱۶) بے شرمی سے۔
(۱۷) بغض اور حسد سے۔

(۱۸) بری فال لینے سے ۔

(۱۹) بغاوت سے ۔

(۲۰) کسی کام میں حد سے تجاوز کرنے سے ۔

(۲۱) ظلم کرنے سے ۔

حضرت[1] انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیک چیز نہیں چھوڑی جس کی طرف ہمیں دعوت نہیں دی اور ہمیں اس کی حقیقت نہیں بتلادی اور کوئی باطل (یا عیب) نہیں چھوڑا جس سے ہمیں ڈرایا نہ ہو اور اس سے منع نہ فرمایا ہو ۔ (شک راوی ۱۲ منہ)

حضرت[2] معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذؓ میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے کی اور عہد کو وفا کرنے کی اور امانت کو ادا کرنے کی اور خیانت ترک کرنے کی اور پڑوسی کی حفاظت کرنے کی ۔ اور یتیم پر رحم کرنے کی اور نرم کلام کرنے کی ۔ اور سلام کو عام کرنے کی ۔ اور نیک عمل کرنے کی ۔ اور (دنیا کی) تمنائیں کم کرنے کی یعنی دور دراز تمنائیں اور خیالات نہ باندھے ۔ اور ایمان کو لازم پکڑنے کی ۔ اور قرآن مجید کو سمجھنے کی اور آخرت کی محبت اور حساب قیامت سے ڈرنے گھبرانے کی اور فروتنی اور عاجزی کرنے کی ۔ ۔

اور میں تم کو منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی حکیم آدمی کو برا کہو یا کسی سچے آدمی کو جھٹلاؤ یا کسی گنہگار حاکم کی (گناہ میں) اطاعت کرو ۔ یا کسی حاکم عادل

---

[1] لم اقف لہ علی اسناد وہو صحیح من حیث الواقع ۱۲ [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیہ والبیہقی فی المزید ۱۲ تخریج عراقی

کی (جائز کاموں میں) نافرمانی کرو۔ یا کسی زمین فساد مچاؤ۔

اور تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ہر پتھر[1] اور درخت اور ڈھیلے کے سامنے۔ اور اس بات کی کہ تم ہر گناہ سے توبہ کرو جو گناہ خفیہ کیا ہے اس کی توبہ بھی خفیہ کرو اور جو گناہ علانیہ کیا ہے اس کی توبہ بھی علانیہ کرو۔ اس طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ادب سکھلایا۔ اور بہترین اخلاق و آداب کی طرف دعوت دی ہے۔ علیہ وعلیہم الف الف صلوۃ تحیۃ

اخلاقِ نبویؐ کے چند نمونے

جن کو بعض علماء نے روایات حدیث سے جمع کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حلیم[2] (بردبار) اور سب سے زیادہ شجاع[3] تھے۔ سب سے زیادہ انصاف[4] کرنے والے اور سب سے زیادہ معافی دینے والے تھے۔ آپ سب سے زیادہ عفیف تھے ساری[5] عمر آپ کا مبارک ہاتھ کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا۔ جب تک کہ آپ اس کے مالک نہ ہوئے ہوں یا اس

---

[1] یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اور مطلب یہ ہے کہ ڈھیلے پتھر جنکو تم بے جان سمجھتے ہو قیامت کے روز یہ بھی تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے تو جس طرح آدمی کے سامنے گناہ کرنے سے ڈرتے ہو اسی طرح ان چیزوں کے سامنے بھی ڈرنا چاہیے۔ ۱۲ ستیمہ۔

[2] رواہ الشیخ فی کتاب الاخلاق ۱۲ [3] اخرجہ البخاری و مسلم ۱۲ [4] اخرجہ الترمذی فی الشمائل ۱۲ [5] بخاری و مسلم ۱۲

سے۔ نکاح نہ کیا ہو یا وہ آپ کی محرم نہ ہو۔

آپ سب سے زیادہ سخی[1] تھے کبھی کوئی درہم و دینار آپ کے پاس ایک رات نہ گذارتا تھا۔ تقسیم کرنے کے بعد اگر کچھ بچ جاتا اور (اس وقت) کوئی محتاج نہ ملتا تو رات آتے ہی تلاش کر کے کسی محتاج کو دے کر بے فکر ہو جاتے تھے جو کچھ مال آپ کے پاس آتا تھا آپ اس میں سے صرف سال[2] بھر کے خرچ کی مقدار اپنے لئے رکھتے اور باقی کو تقسیم فرما دیتے تھے اور وہ بھی محض معمولی ادنیٰ درجہ کی چیزوں میں سے جیسے کھجوریں اور جو وغیرہ۔ اور پھر اس میں بھی آپ سے کسی چیز[3] کا سوال کیا جاتا تو کبھی رد نہ فرماتے تھے اور اس سال بھر کے خرچ میں سے بھی ایثار فرما کر لوگوں کو دیتے تھے۔ اسی وجہ سے سال تمام ہونے سے پہلے ہی آپ کا سامان[4] ختم ہو جاتا تھا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتہ[5] خود گانٹھ لیتے تھے اور کپڑے میں پیوند لگا لیتے تھے۔ اور اپنے اہل وعیال کے کاروبار اور خدمت کرتے تھے ان کے ساتھ بیٹھ کر گوشت کاٹتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حیادار[6] تھے کسی کے چہرے پر (بوجہ شدۃ حیا) آپ کی نظر مبارک نہ جمتی تھی۔ آزاد اور غلام[7] سب کی دعوت قبول فرما

---

[1] الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات ۱۲ [2] بخاری ومسلم ۱۲ [3] الطیالسی والدارمی والبخاری من غیر لفظہ ۱۲ [4] مستفاد من روایۃ الترمذی والنسائی ۱۲ [5] رواہ احمد عن حدیث عائشۃ ورجالہ رجال الصحیح ۱۲ وکل ذلک منقول عن تخریج العراقی علی الاحیاء ص ۳۱۴ ج ۲ - [6] رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری ۱۲ عراقی -

[7] الترمذی والحاکم عن حدیث انس رض ۱۲ عراقی -

لیتے تھے اور ہدیہ[1] کو قبول فرماتے اگرچہ وہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ایک ران ہو۔

اور پھر ہدیہ کا بدلہ دیتے تھے اور ہدیہ[2] کی چیز کو تناول فرماتے اور صدقہ کا مال نہ کھاتے تھے۔ معمولی کنیز[3] اور مسکین آدمیوں کی دعوت سے انکار نہ فرماتے تھے۔

خدا[4] کے لئے یعنی حدود اللہ اور شریعت کے خلاف کرنے پر ناراض ہوتے اور اپنے نفس کے لئے غصّہ نہ فرماتے تھے۔ حق[5] بات بولتے تھے اگرچہ اس کا نقصان آپ ہی کی ذاتِ اقدس پر عائد ہوتا ہو۔

آپ سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کے مقابلہ میں دوسرے مشرکین سے مدد لے لیجئے تو انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم مشرکین سے مدد[*] نہیں لیتے حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ آپ کے ساتھی بہت کم تھے اور آپ (بظاہر) ایک انسان کے محتاج تھے۔

آپ کے صحابہ[6] کرام میں سے ایک نہایت بزرگ صحابی کی لاش یہود کے محلہ سے برآمد ہوئی۔ مگر آپ نے ان سے کوئی زیادتی نہیں فرمائی۔ بلکہ قاعدہ شریعہ کے موافق صرف سو اونٹ سے ان کی دیت دلوادی اور بس۔ حالانکہ اس

---

[1] مستفاد عن حدیث ام الفضل و انس رضہ عند البخاری و مسلم و من حدیث عائشہ رضہ ۱۲ عراقی

[2] البخاری و مسلم ۱۲ — [3] النسائی و الحاکم عن حدیث عبد اللہ ابن اوفی ۱۲ عراقی۔

[4] الترمذی و الشمائل ۱۲ [5] حدیث عائشہ عند مسلم ۱۲ منہ [6] بخاری و مسلم اور عراقی ۱۲

[*] مشرکین سے جنگ میں مدد لینا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ یہاں وہ شرائط موجود نہ تھیں

وقت صحابہ کرام رضؓ کو ایک ایک اونٹ کی شدید ضرورت تھی اور یہودی مالدار تھے۔ ان سے جس قدر بھی حکم کیا جاتا خوشی سے برداشت کرلیتے۔

(بعض اوقات) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک[1] پر پتھر باندھ لیتے تھے اور جب کچھ ملتا تو جو کچھ مل جاتا خوشی سے کھالیتے۔ اور کسی حلال کھانے سے احتراز نہ فرماتے تھے۔ اگر فقط چھوارے مل جاتے تو انہیں پر اکتفا فرماتے اور اگر گوشت بھنا ہوا مل جاتا یا روٹی گیہوں یا جو کی مل جاتی یا کوئی شیریں چیز یا شہد مل جاتا تو تناول فرماتے۔

اور اگر کبھی روٹی نہ ہوتی اور صرف دودھ مل جاتا تو اسی پر اکتفا فرماتے۔ اور اگر خربوزہ یا کھجوریں مل جاتیں تو وہی تناول فرمالیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر یا میز یا چوکی وغیرہ پر کھانا رکھ کر کبھی نہ کھاتے تھے۔ آپ کا رومال (ہاتھ پونچھنے کے لئے) پاؤں کا تلوہ تھا۔ (یعنی بوجہ بے تکلفی کے اس کا اہتمام نہ تھا کہ کوئی تولیہ یا رومال ہی رکھا جاوے بلکہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں یا پاؤں سے مل کر خشک فرمالیا جاتا۔)

آپ نے گیہوں کی روٹی تین دن متواتر پیٹ بھر کر کبھی نہیں کھائی اور آپ کا یہ طرز عمل فقر واحتیاج یا بخل کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ اپنے

---

[1] مستفاد عن حدیث الترمذی عن ام ہانی ۱۲ محمد شفیع

اوپر دوسرے فقرا و مساکین کو ترجیح دیتے اور ایثار کرتے تھے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ولیمہ کی دعوت[1] قبول فرماتے اور مریضوں[2] کی مزاج پرسی کرتے اور جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔

اپنے[3] دشمنوں کے جتھہ میں تنہا بلا کسی پاسبان و ساتھی کے چلتے پھرتے تھے۔ آپ[4] سب سے زیادہ تواضع اور عاجزی کرنے والے اور سب سے زیادہ خموش رہنے والے تھے۔ مگر یہ خموشی تکبر کی وجہ سے نہیں تھی۔

آپ سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ مگر کلام زیادہ طویل نہ فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم) آپ ظاہری شکل و صورت میں بھی سب سے زیادہ حسین و خوبصورت تھے۔ (شمائل ترمذی) دنیا کی کسی خوفناک چیز سے نہ ڈرتے تھے (مسند احمد عن عائشہؓ)

جو کچھ مل جاتا پہن لیتے۔ کبھی سادہ چادر اور کبھی یمن کی منقش چادر اور کبھی اونی جُبّہ۔ غرض حلال مال سے جو کچھ مل جاتا زیب تن فرما لیا جاتا تھا۔ (بخاری عن سہل بن سعد)

آپ کی انگشتری چاندی کی تھی جس کو اکثر داہنے ہاتھ کی اور کبھی بائیں ہاتھ کی کن انگلی میں پہنتے تھے (مسلم بروایت انسؓ)

اپنے ساتھ کبھی اپنے غلام کو اور کبھی کسی دوسرے کو سواری پر ردیف بنا کر سوار فرما لیتے تھے (امراء و سلاطین کی طرح اس سے عار نہ تھا۔ (بخاری و مسلم)

(سواری کے متعلق کوئی تکلف نہ تھا) کبھی گھوڑے پر کبھی اونٹ پر کبھی خچر پر

---

[1] فی الاوسط طبرانی عن حدیث ابن عباسؓ ۱۲ [2] رواہ الترمذی وضعفہ واخرجہ الحاکم صححہ ۱۲ عراقی

[3] اخرجہ الترمذی والحاکم عن حدیث عائشہؓ ۱۲ عراقی۔ [4] مستفاد من حدیث النسائی عن ابی اوفی ۱۲

کبھی حمار پر (جیسا موقع ہوتا) سوار ہو جاتے تھے۔ اور بعض اوقات پیادہ ننگے پاؤں بغیر چادر اور بغیر عمامہ اور ٹوپی کے چلتے پھرتے تھے اور مدینہ کے دور محلوں میں جاکر مریضوں کی عیادت (مزاج پرسی) فرماتے تھے (بخاری ومسلم بروایت انس وجابر ابن سمرہ وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو پسند فرماتے تھے اور بدبو سے نفرت رکھتے تھے۔ (نسائی بروایت انسؓ)

فقرا و مساکین کے ساتھ مجالست (ہم نشینی) کی عادت تھی (ابوداؤد عن ابی سعیدؓ)

مساکین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

اہلِ فضل وکمال کا احترام واکرام ان کے اخلاق کی وجہ سے فرماتے تھے۔ اور (ہر قوم کے) شریف لوگوں کو احسان وانعام کے ساتھ مانوس کیا جاتا تھا۔ (ترمذی فی شمائل)

اپنے عزیز واقربا کے حقوق صلہ ادا فرماتے مگر جو لوگ ان سے افضل ہوں ان پر اقربا کو ترجیح نہ دیتے تھے (حاکم فی المستدرک عن ابن عباسؓ)

کسی کے ساتھ بدمزاجی اور درشتی کا معاملہ نہ فرماتے (ابوداؤد و ترمذی فی الشمائل ونسائی فی اللیوم واللیہ عن انسؓ)

ف۔ حدود شرعیہ کے خلاف کرنے کی صورت میں کسی پر غصہ کرنا یا سزا دینا بدمزاجی میں داخل نہیں۔ بلکہ درستیٔ اخلاق کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔

جو شخص آپ کے سامنے معذرت پیش کرتا تو آپ اس کا عذر قبول فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم عن کعب بن مالکؓ)

آپ مزاح (ہنسی خوش طبعی) کی باتیں بھی کرتے تھے۔ مگر اس میں بھی کوئی خلاف واقعہ بات زبان مبارک سے نہ نکلتی تھی (ترمذی ومسند احمد عن ابی ہریرہؓ)

آپ ہنستے تھے مگر قہقہہ نہ لگاتے ۔ بلکہ آپ کا ہنسنا محض تبسم ہوتا تھا ۔ (بخاری و مسلم عن عائشہ رض)

آپ مباح (جائز) کھیل کو دیکھتے تو منع نہ فرماتے (بخاری و مسلم عن عائشہ رض)

فائدہ ۔ مباح کھیل وہ ہیں جو بدن کی چستی و مضبوطی کے لئے یا جہاد کی تیاری کیلئے یا طبیعت کی تکان دور کرنے کے لئے کھیلے جاویں اور ان میں کوئی ناجائز چیز مثل قمار (ہار جیت) یا مشابہت کفار یا ستر کھولنا وغیرہ نہ ہوں ۔ حدیث میں نشانہ سیکھنے اور تیرنے کشتی لڑنے اور گدکہ وغیرہ کھیلنے کو پسند کیا گیا ہے اور فقہاء نے گیند وغیرہ کے کھیل کو بھی اس میں داخل قرار دیا ہے (شامی ۔ عالمگیری وغیرہ) مگر شرط یہ ہے کہ گدکہ کا کھیل تعزیہ داری میں اور کشتی کا کھیل گھٹنے کھول کر اور گیند کا کھیل کفار و فساق کے مخصوص طریقہ پر نہ ہو ۔ ورنہ ان چیزوں کی شمولیت سے یہ کھیل بھی ممنوع ہو جائیں گے ۔ (مترجم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کے ساتھ (بعض اوقات سفر میں جبکہ بے پردگی کا خطرہ نہ ہو) دوڑتے بھی تھے ۔ (ابو داؤد و نسائی عن عائشہ رض)

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں تو آپ صبر فرماتے تھے ۔ (بخاری عن عبداللہ بن الزبیر رض)

فائدہ ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کمال اخلاق تھا کہ اس پہ صبر فرمایا ۔ مگر حضرات صحابہ رض کے لئے ایسا کرنا مناسب نہ تھا اسی لئے اسکی ممانعت قرآن کریم میں نازل ہوئی ۔

یا ایہا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چند اونٹنیاں اور بکریاں تھیں جن کے دودھ سے

آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا گذارہ تھا۔ (طبقات ابن سعد عن ام سلمہؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند غلام اور باندیاں بھی تھیں۔ جن کو کھانے پہننے میں اپنے سے کم نہ رکھتے تھے۔ (بلکہ ہر چیز میں ان کو برابر رکھا جاتا تھا۔) (طبقات ابن سعد عن ام سلمیؓ)

فائدہ۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے (ابو بکر بن ضحاک فی الشمائل عن ابن سعید الخدری باسناد ضعیف) اور حدیث میں ہے کہ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ (صحیح مسلم من حدیث ابی الیسرؓ)

لیکن یہ سب تواضع اور حسنِ اخلاق کی تعلیم بدرجۂ مستحب ہے اور ایسا کرنا واجب نہیں۔ بشرطیکہ ان کو کھانے پہننے کی تکلیف نہ ہو۔ کیونکہ ضرورت کے موافق کھانا کپڑا وغیرہ دینا ان کو واجب ہے اور اس کے خلاف کرنے والا گنہگار ہے۔

تنبیہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ ان غلاموں کے ساتھ ہے جو آپ کی ملک تھے اور جن پر ہر طرح آپ کو اختیار حاصل تھا۔ افسوس ہے کہ آجکل مسلمان اپنے ملازم اور نوکروں کے ساتھ بھی وہ معاملہ نہیں کرتے۔ باورچی سے عمدہ عمدہ کھانے تیار کرائے جاتے ہیں۔ لیکن اس بیچارے کا حصہ اس میں بجز آگ اور دھوئیں کے کچھ نہیں ہوتا۔ تیار ہونے کے بعد اس کی خوشبو بھی اس کے پاس نہیں جاتی۔ اخلاق کی بات یہ ہے کہ تھوڑا بہت ہر کھانے میں سے اس کو بھی دیا جائے جو کام کسی نوکر کے سپرد کیا جائے اس میں اس کی راحت و طاقت کا خیال رکھا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وقت بیکاری میں نہ گذرتا تھا ، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اور دین کے کام میں اور یا اپنی دنیوی ضرورتوں میں ۔ (شمائل ترمذی عن علیؓ)

(کبھی کبھی) اپنے اصحاب کے باغات میں تشریف لے جاتے تھے ۔ (تخریج عراقی)

آپ نہ کسی مسکین یا اپاہج کو اس کے فقر و محتاجی کی وجہ سے حقیر سمجھتے تھے اور نہ بادشاہ و امیر سے اس کی دولت و سلطنت کے سبب مرعوب ہوتے تھے بلکہ دونوں کو یکساں طریق پر حق تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے (مستفاد من حدیث مسلم عن انسؓ و حدیث البخاری عن سہل بن سعد)

حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اخلاقِ فاضلہ اور سیاستِ کاملہ جمع فرمادی تھی ۔ حالانکہ آپ اُمّی (ان پڑھ) تھے اور لکھنا بھی نہ جانتے تھے ۔ آپ ایسے شہر میں پیدا ہوئے جہاں کوئی علم کی جگہ (مدرسہ و یونیورسٹی) نہ تھی بلکہ جہالت عام تھی ۔ پھر آپ کا نشو و نما فقر و فاقہ اور بکریاں چرانے میں ہوا ۔ وہ بھی اس حالت میں کہ آپ بے ماں اور بے باپ کے یتیم بچے تھے ۔ مگر حق تعالیٰ نے آپ کو محاسنِ اخلاق اور خصائلِ حمیدہ کی تعلیم دی اور اوّلین و آخرین کے علوم عطا فرمائے اور ان چیزوں کی تعلیم دی جن سے آخرت میں نجات اور فلاح نصیب ہو اور دنیا میں پریشانیوں سے خلاصی اور لوگوں کے لئے غبطہ (رشک) کا سبب ہو ۔ اور آپ کو مفید و ضروری کاموں میں مشغولی اور بے فائدہ و فضول کاموں سے اجتناب عطا فرمایا ۔

حق تعالیٰ ہم سب کو آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت اور آپ کے اخلاق و عادات کا اتباع نصیب فرمائے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات خصائل کی ایک اور فہرست

بروایت البوالبختری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اگر کبھی کسی مسلمان کے متعلق کوئی ناگوار کلمہ نکل گیا ہے تو حق تعالیٰ نے اس کو اس شخص کے لئے رحمت اور کفارہ بنا دیا۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت و بددعا نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ عین میدانِ جنگ میں آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ مخالفین کے لئے بددعا فرماتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے لعنت اور بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔ (مسلم عن ابی ہریرہؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کبھی یہ درخواست کی گئی کہ کسی شخص مسلم یا کافر کے لئے یا کسی خاص شخص یا جماعت کے لئے بددعا کریں تو آپ نے بجائے بددعا کرنے کے اس کے لئے دعا فرمائی۔

فائدہ۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ قبیلہ اوس کافر اور اسلام سے منکر ہو گیا آپ ان پر بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ یا اللہ اس کو ہدایت کر اور مسلمانوں کا مطیع بنا کر لے آ۔

تنبیہ ۔ اور حدیث کی صحیح روایات میں جو بعض کفار کے قبائل یا افراد کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بددعا یا لعنت کے الفاظ منقول ہیں ۔ وہ صرف ان لوگوں کے حق میں ہیں ، جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ علم ہو گیا تھا کہ ان میں سے کوئی مسلمان نہ ہوگا ۔ بلکہ کفر ہی کی حالت میں مریں گے ۔ جیسا کہ ابوجہل ، عتبہ یا رعل و ذکوان وغیرہ کے لئے بددعا کرنا ۔ بخاری و مسلم کی احادیث میں منقول ہے (کذا فی الاحیاء) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے دستِ مبارک سے کسی کو نہیں مارا بجز اس کے کہ اللہ کے راستہ میں کسی کو مارنا پڑے اور آپ کی ذات کے ساتھ کسی نے کچھ بھی بدسلوکی کی آپ نے کسی سے انتقام نہیں لیا بجز اس کے کہ حدود اللہ (امور شرعیہ) کی بے حرمتی کسی نے کی ہو (تو اس کو سزا دی گئی) اور جب کبھی آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے اسی کو اختیار فرمایا جو سہل اور آسان زیادہ ہو ۔ بجز اس کے کہ اس میں کوئی گناہ یا قطع رحمی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں آپ اس سے سب سے زیادہ گریز فرماتے تھے ۔ (بخاری و مسلم عن عائشہؓ)

جب کوئی شخص آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کسی ضرورت میں امداد طلب کرتا ۔ تو آپ فوراً اس کی حاجت پورا کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ۔ (بخاری عن انسؓ تعلیقا) ۔

حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں ۔ مدتوں تک

خدمت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذاتِ حق کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ جب کبھی مجھ سے کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف ہو گیا تو کبھی آپ نے مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور جب کبھی ازواج مطہرات میں سے کسی نے مجھے ملامت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو جو کچھ ہوا قضا و قدرت (تقدیر الٰہی) سے ہوا۔ (بخاری و مسلم عن انس رضؓ)

ف۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کام خراب کرنے والا خادم مستحق ملامت نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آقا کا کمال اخلاق اس میں ہے کہ باوجود مستحق ملامت ہونے کے اس سے درگذر کرے اور تقدیر الٰہی کا حوالہ اس لئے دیا کہ اس پر غور کرنے سے آدمی کو صبر آجاتا ہے غصہ کم ہو جاتا ہے۔

حضرات صحابہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بسترہ میں عیب نہیں نکالا بلکہ (عادت شریفہ یہ تھی کہ) اگر اہل بیت نے آپ کے لئے بسترہ بچھا دیا تو اس پر آرام فرمایا ورنہ زمین پر لیٹ رہتے تھے (قال العراقی لم اجدہ بہذا اللفظ والمعروف ما عاب طعاماً قط۔ وہذا المضمون ایضاً مستفاد من عموم الروایات انتہی ملخصاً)۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تورات کی سطر اوّل میں اس طرح مدح فرمائی ہے کہ محمد اللہ کے رسول۔ میرے منتخب بندے ہیں۔ نہ بدمزاج بدخو ہیں۔ نہ بازاروں میں شور کرنے والے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف فرماتے اور درگذر کرتے ہیں۔ جائے ولادت آپ کی مکہ

ہے اور جائے ہجرت طابہ (جسکو طیبہ اور مدینہ بھی کہا جاتا ہے) اور حکومت آپ کی شام میں ہوگی۔ آپ تہمد باندھیں گے۔ آپ اور آپ کے صحابہ قرآن اور علم الٰہی کی طرف داعی ہوں گے۔ آپ وضو میں اپنے ہاتھ پاؤں اور چہرہ وغیرہ دھویا کریں گے۔ اور یہی تعریف آپ کی انجیل میں بھی مذکور ہے (کذا فی الاحیاء للغزالی ولم تیعرض العراقی بشئی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جس سے ملاقات ہو پہلے آپ خود سلام کرتے تھے (ترمذی فی الشمائل عن ہند بن ابی ہالہ)

آپ کو جب کوئی شخص کسی کام یا کلام کے لئے کھڑا کرتا۔ تو آپ برابر کھڑے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی لوٹ جائے۔ (طبرانی بحدیث علیؓ و ابن ماجہ اور حدیث انسؓ)

آپ جب کسی صحابی سے ملتے تو خود مصافحہ کی ابتدا فرماتے تھے اور پھر ہاتھ میں ہاتھ اس وقت تک رکھتے۔ جب تک وہ خود علیحدہ نہ ہو جاوے۔ (ترمذی وقال غریب)

ف۔ جس شخص سے مصافحہ کیا جاوے اس کو بشرط طاقت و فرصت اسی سنت کا اتباع کرنا چاہئے۔ لیکن مصافحہ کرنے والوں کے لئے ادب اور تہذیب کی بات یہ ہے کہ حالت اور موقع کو دیکھیں جس وقت کوئی شخص کام میں مشغول یا بیمار و ضعیف ہو اس وقت اس کو مصافحہ پر مجبور کر کے تشویش و تکلیف میں نہ ڈالیں۔ کیوں کہ سلام جو مصافحہ سے زیادہ مؤکد سنت ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ قرآن یا وظیفہ وغیرہ پڑھنے والے یا اذان و تکبیر کہنے والے یا مدرس و واعظ کو بحالت وعظ و درس سلام کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار و شامی وغیرہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ جب کسی مجلس سے اٹھتے یا اس میں بیٹھتے تو ابتداء اللہ کے نام کے ساتھ کرتے تھے۔ (ترمذی فی الشمائل)

آپ کی عادت تھی کہ اگر آپ نماز میں مشغول ہوں اور کوئی شخص آپکی زیارت کے لئے حاضر ہو تو اس کا علم ہو جانے پر نماز میں تخفیف کر دیتے۔ اور فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرماتے تھے کہ کیا تمہارا کوئی کام ہے پھر جب اس کے کام سے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز شروع فرما دیتے تھے۔ (احیاء العلوم)

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی مجھے کوئی اصل نہیں ملی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام نشست یہ تھی کہ گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھ ان پر باندھ لیتے تھے۔ جس کو عربی میں حبوہ کہتے ہیں۔ (ابو داؤد۔ ترمذی عن ابی سعیدؓ)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عام صحابہ کی مجلس سے کچھ ممتاز نہ ہوتی تھی بلکہ جب آپ تشریف لاتے تو جہاں موقع ملتا بیٹھ جاتے تھے۔ (ابوداؤد نسائی عن ابی ہریرہؓ)

ف۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مجلس وغیرہ کے اعتبار سے کوئی امتیازی شان نہ رکھتے تھے اس لئے) اگر کوئی اجنبی آدمی مجلس میں پہنچتا تو اکثر آپ کو شناخت نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں سے دریافت کرنا پڑتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کون ہیں۔ (ابوداؤد نسائی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ مجلس میں پاؤں پھیلا کر

بیٹھے ہوں جس سے آپ کے ساتھیوں کو تنگی ہو۔ ہاں اگر جگہ وسیع ہوتی تو کبھی ایسا بھی کرتے تھے اور اکثر آپ کی نشست روبقبلہ ہوتی تھی (رواہ الدار قطنی فی غرائب مالک قال باطل) اور ترمذی ابن ماجہ نے اس روایت کو بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ آپ اپنے زانو اپنے کسی ساتھی کی طرف نہ پھیلاتے تھے اور سند اس کی بھی ضعیف ہے۔ کذا فی تخریج العراقی۔ جو شخص آپ کے پاس آتا۔ آپ اس کا اکرام و احترام فرماتے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایسے لوگوں کے لئے آپ اپنا کپڑا بچھا دیتے تھے جن سے نہ آپ کی کوئی قرابت ہوتی نہ رضاعی رشتہ اور اس کو اپنے کپڑے پر بٹھاتے تھے۔ مستدرک حاکم عن انس رضؓ)

جو گدّا یا فرش آپ کے نیچے ہوتا۔ آنے والے کے لئے اس کو آپ چھوڑ دیتے اور اپنی جگہ اس کو بٹھاتے۔ اگر وہ انکار کرتا تو آپ اصرار فرما کر اپنی جگہ ہی اس کو بٹھاتے تھے۔ (احیاء)

ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرتا یہ سمجھتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سب سے زیادہ اکرام اور لحاظ فرماتے ہیں۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر ایک حاضرِ مجلس کو اپنی توجہ کا حصہ عطا فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ مجلس میں آپ کی گفتگو اور آپ کے کان اور آپ کے اخلاق اور توجہ سب اہلِ مجلس کے لئے وقف ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی مجلس حیاء و تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے آپ لوگوں کے لئے نرم ہو گئے اور سخت مزاج بدخو ہوتے تو یہ لوگ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔ (شمائل ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو (ان کا نام لے کر نہ پکارتے تھے بلکہ) بطور تعظیم کنیت کے ساتھ پکارتے تھے۔ (بخاری ومسلم من حدیث ابی بکرؓ)

ف۔ باپ یا بیٹے کی طرف نسبت کرنے کو کنیت کہا جاتا ہے۔ عرب میں عام دستور تھا کہ نام کے ساتھ ہر شخص کی کچھ کنیت بھی مشہور ہوتی تھی۔ جیسے ابوبکرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ وغیرہ۔ کنیت کے ساتھ پکارنا اور ذکر کرنا تعظیم واکرام سمجھا جاتا تھا۔

اور جس شخص کی کنیت معروف نہ ہوتی تھی آپ خود اس کی کوئی کنیت مقرر فرما دیتے تھے۔ پھر وہی کنیت مشہور ہو جاتی تھی۔ (ترمذی عن انسؓ)

آپ عورتوں کا بھی کنیت سے نام لیتے تھے خواہ وہ صاحبِ اولاد ہوں یا نہ ہوں۔ (مستدرک حاکم عن ام ایمن)

ف۔ مطلب یہ ہے کہ کنیت کے لئے یہ ضروری نہ سمجھا جاتا تھا کہ جس شخص کے حقیقتہً اولاد موجود ہو اسی کو اولاد کے نام سے منسوب کریں۔ بلکہ فرضی نام رکھ کر بھی کبھی یہ نسبت کر دی جاتی تھی۔

آپ کبھی بچوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی بھی کنیت رکھ دیتے تھے۔ (بخاری ومسلم عن انسؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غصہ سے بہت دور اور بہت جلد راضی ہو جانے والے تھے۔ یعنی غصہ آپ کو جلد نہ آتا تھا اور جب آ گیا تو آپ کا راضی کرنا بھی کچھ دشوار نہ ہوتا تھا۔ (ترمذی عن ابی سعید الخدریؓ)

آپ سب لوگوں پر سب سے زیادہ شفیق اور سب لوگوں کے لئے سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے ۔ (قال العراقی انہ من المعلوم المعروف)

آپ کی مجلس میں آوازیں بلند نہ ہوتی تھیں ۔ (ترمذی عن علیؓ فی الشمائل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ دعا مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے بتلائی ہے ۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ ۔ (نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ)

ف ۔ یہ دعا کفارۂ مجلس کہلاتی ہے یعنی مجلس کے اندر جو کوئی برا کلمہ زبان سے نکل گیا ہو اس سب کا اس دعا سے کفارہ ہو جاتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور ہنسی کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور آپ کی گفتگو سب سے زیادہ شیریں ہوتی تھی ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں افصح العرب ہوں ۔ (طبرانی عن ابی سعیدؓ) اور یہ کہ اہل جنت، جنت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور طرزِ کلام پہ کلام کیا کریں گے ۔ (مستدرک حاکم عن ابن عباسؓ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کم گو اور صاف وسلیس کلام کرنے والے تھے ۔

جب کلام فرماتے تو فضول باتیں نہ کرتے تھے۔ آپ کا کلام موتیوں کی لڑی کی طرح ہوتا تھا۔ طبرانی عن ام سعیدؓ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسلسل گفتگو نہ فرماتے تھے جس طرح عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کا کلام مختصر (جامع) ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مختصر کلام فرماتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی جامع اور مقصود کو پورا واضح کرنے والا کلام ہوتا تھا۔
(عبد بن حمید عن عمر بسند منقطع والدارقطنی عن ابن عباس بسند جید)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوامع کلم کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے جس میں نہ کوئی زیادہ بات ہوتی اور نہ مقصود کے سمجھانے میں کوئی کمی ہوتی تھی۔ آپ کی گفتگو ٹھہر ٹھہر کر ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ کچھ توقف کے ساتھ ہوتا جس کو سننے والا خوب سمجھ کر یاد کر سکتا تھا۔ (شمائل ترمذی عن ہند بن ابی ہالہ)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز اور خوش آواز تھے۔
(ترمذی النسائی عن صفوان)

آپ طویل السکوت تھے۔ بغیر ضرورت کے کوئی کلام نہ فرماتے تھے۔
(شمائل ترمذی عن ہند ابن ابی ہالہ)

کوئی خلاف شرع بات آپ کی زبان سے نہ نکلتی تھی۔ راضی و ناراضی دونوں حالتوں میں حق کے خلاف کوئی کلمہ زبان مبارک پہ نہ آتا۔
(ابو داؤد عن عمرؓ)

جو شخص کوئی نامناسب گفتگو کرتا تو آپ اس سے اعراض فرما لیتے تھے (شمائل ترمذی عن علیؓ)

کوئی ناپسندیدہ بات کہنے پر کبھی مجبوری ہی ہوتی تو اس کو آپ (صاف لفظوں میں نہ فرماتے تھے بلکہ) کنایہ و اشارہ سے کام لیتے تھے۔ (مستفاد من حدیث عائشہؓ عند البیہقی)

آپ جب سکوت فرماتے تو صحابہ کرام گفتگو کرتے مگر آپ کے مجمع میں کسی بات پر جھگڑا اور نزاع کبھی نہ ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی عن علیؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ و پند قوت و تاکید اور خیر خواہی کے ساتھ ہوتا تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی ایک آیت کو کسی دوسری آیت کے خلاف نہ سمجھو کیونکہ وہ مختلف لغات پر نازل ہوا ہے (طبرانی عن ابی عمرؓ

ف۔ جیسے اردو میں مختلف شہروں کے مختلف محاورے ہیں دہلی اور لکھنؤ کی زبان میں اختلافات ہیں ایسے ہی عرب کے قبائل میں بھی محاورات کا اختلاف تھا۔ اور قرآن مجید ان مختلف محاورات پر نازل ہوا تھا جو معنی کے اعتبار سے متحد تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرما دیا کہ اس لفظی اختلاف کی وجہ سے شبہ میں نہ پڑو۔ اور چونکہ عجم میں ان مختلف لغات کی وجہ سے غلط فہمی کا اندیشہ محسوس ہوا تو حضرت عثمان غنیؓ نے باجماع صحابہ ان سب لغات میں سے صرف ایک ہی لغت پر قرآن مجید پڑھنے اور لکھنے کا حکم دے دیا وہی آج تک شائع اور محفوظ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بہت خوش روئی اور تبسم

کے ساتھ پیش آتے اور وہ کوئی عجیب واقعہ بیان کرتے تو ان کے ساتھ تعجب میں شریک ہوتے اور سب کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ (ترمذی عن عبداللہ بن حارث بن جزءؓ)

بعض اوقات آپ اس طرح بھی ہنستے تھے کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے۔ (بخاری و مسلم عن ابن مسعودؓ)

حضرات صحابہ کا ہنسنا بھی آپ کی مجلس میں آپ کی اقتداء و تعظیم کی وجہ سے تبسّم کی حد سے نہ بڑھتا تھا۔ (شمائل ترمذی عن ہند ابن ابی ماجہ)

حضرات صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں والا (اعرابی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ چہرۂ مبارک پر کچھ رنج وغصہ کا اثر ہے۔ اس نے آپ سے کچھ بات دریافت کرنی چاہی صحابہ کرامؓ نے منع کیا کہ اس وقت آپ سے گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔ اعرابی نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبیٔ برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک آپ تبسم نہ فرمادیں۔ پھر یہ اعرابی سامنے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آخر زمانہ میں جس وقت لوگ بھوک سے مر رہے ہوں گے تو دجّال لوگوں کے سامنے بہت سا ثرید (شوربہ میں توڑی ہوئی روٹی) لے کر آئے گا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے رائے دیجئے کہ اس وقت اس کے ثرید سے

علیحدہ رہوں یہاں تک کہ بھوک سے مر جاؤں۔ یا ایسا کروں کہ اس کے ثرید میں خوب ہاتھ ماروں اور جب خوب شکم سیر ہو جاؤں تو پھر اللہ پر ایمان کا اور اس کے ساتھ کفر و انکار کا اعلان کر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات سن کر اس قدر ہنسی آئی کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (قال العراقی ہو حدیث منکر لم اقف علی اصل)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ تبسم و انبساط فرمانے والے تھے بجز اس وقت کے کہ آپ پر کوئی آیت قرآن نازل ہو یا قیامت کا ذکر آجاوے یا آپ کوئی خطبہ دیں'۔ (الطبرانی من حدیث جابر فی مکارم الاخلاق) مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن اور ذکر قیامت اور وعظ و خطبہ کے وقت آپ پر ایک خاص ہیبت و جلال کا غلبہ ہوتا تھا اس وقت وہ کیفیت انبساط نہ رہتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت رضا میں سب سے زیادہ خوش طبع خوش مزاج تھے اور جب وعظ فرماتے تھے تو ہیبت و جلال کے ساتھ فرماتے غصہ نہ ہوتے مگر صرف حدود اللہ کی خلاف ورزی پر اور جب آپ کو غصہ آجاتا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے ٹھہر سکے۔ تمام معاملات میں آپ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی حادثہ آپ کو پیش آتا تو معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیتے اور اپنی قوت و تدبیر سے عجز کا اعتراف فرماتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مفید تدبیر و طریق عمل کی دعا مانگتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا فَاتَّبِعَہٗ وَاَرِنِی الْمُنْکَرَ مُنْکَرًا وَارْزُقْنِی اِجْتِنَابَہٗ

وَاعِذْنِیْ مِنْ اَنْ یَشْتَبِہَ عَلَیَّ وَاَتَّبِعَ ھَوَایَ بِغَیْرِ ھُدًی مِنْکَ وَاجْعَلْ ھَوَایَ تَبْعًا بِطَاعَتِکَ وَخُذْ رِضَا نَفْسِکَ مِنْ نَفْسِیْ فِیْ عَافِیَۃٍ وَاھْدِنِیْ لِمَا اُخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ (ترجمہ) یا اللہ حق کو میری نظر میں حق ظاہر کردے تاکہ میں اس کا اتباع کروں اور باطل و منکر کو میری نظر میں باطل ظاہر کردے اور اس سے باز رہنے کی مجھے توفیق دے اور مجھے اس سے پناہ دے کہ حق و باطل مجھ پر مشتبہ ہو جاوے اور میں بغیر آپ کی ہدایت کے اپنی خواہش کا اتباع کرنے لگوں ۔ یا اللہ میری خواہش کو اپنی اطاعت کے تابع بنا دے اور میرے نفس سے عافیت کے ساتھ وہ کام لے لے جو تیری مرضی کے مطابق ہوں اور جس چیز میں اختلاف پیش آوے اس میں مجھے صحیح راستہ کی ہدایت فرما ۔ کیونکہ آپ جس کو چاہیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما سکتے ہیں ۔ (ابن حبان فی کتاب اخلاق النبیؐ عن ابی عمر والدعا المذکور قال العراقی لم اقف لہٗ علیٰ اصل وروی المستغفری مانیاسبہ)

کھانے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و اخلاق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کو کسی قسم کے کھانے میں کوئی تکلف نہ تھا) جیسا کھانا مل جاتا تناول فرمالیتے ۔ اور آپ کو سب سے زیادہ وہ کھانا پسند تھا جس پر بہت سے ہاتھ (کھانے والوں کے) جمع ہوں ۔ (ابویعلی والطبرانی

فی الاوسط وابن عدی فی الکامل من حدیث جابرؓ بسند حسن)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا جاتا تھا تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ[عہ] اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا شُکُوْرَۃً تَصِلُ بِھَا نِعْمَتَہٗ الْجَنَّۃَ۔ (ترجمہ) بسم اللہ یا اللہ اس کو ایسی نعمت بنادے جس پر شکر ادا کیا گیا ہو اور جس کو نعمتِ جنت کے ساتھ آپ متصل فرماویں

کھانے کے وقت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) نشست بکثرت یہ ہوتی تھی کہ دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کو ملا کر بیٹھتے تھے جیسے نمازی[عہ] بیٹھتا ہے لیکن ایک گھٹنہ دوسرے گھٹنہ پر اور ایک قدم دوسرے قدم پر ہوتا تھا۔ اور آپ فرماتے تھے کہ میں ایک بندہ ہوں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھایا کرتے ہیں اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔ (عبدالرزاق فی المصنف)

فائدہ۔ کھانے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتِ نشست چند طریقہ سے منقول ہے جن میں سے ایک طریقہ وہ ہے جو اوپر بحوالہ سند عبدالرزاق مذکور ہوا۔

دوسرا یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا لیا جاوے اور داہنا گھٹنہ کھڑا کر لیا

[عہ] التسمیہ علی الطعام رواہا الجماعۃ واما بقیۃ الحدیث فقال العراقی لم اجدہ ۱۲ منہ

[عہ] اس ہیئت کو عربی میں تورک کہتے ہیں جو عورتوں کے نماز میں بیٹھنے کی ہیئت معروف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک مردوں کے لئے بھی یہی ہیئت نماز میں مسنون ہے ۱۲ -

جاوے۔ (رواہ ابن الضحاک فی الشمائل من حدیث انسؓ بسند ضعیف)

تیسرا طریقہ ہے دونوں گھٹنے نماز کی نشست کی طرح بچھا لئے جاویں۔ (ابو الشیخ فی اخلاق النبیؐ) کذا فی تخریج العراقی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ گرم کھانا نہ کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ زیادہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی اس لئے چاہیئے کہ کھانے کو کچھ ٹھنڈا کر لیا جاوے (تیز گرم نہ کھایا جاوے) بیہقی عن ابی ہریرہ بسند صحیح)۔

آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنے سامنے سے کھانا تناول فرماتے تھے طشت یا پلیٹ کے چاروں طرف سے نہ کھاتے تھے۔ (ابن حبان عن عائشہ وقد تکلم فی اسنادہ)

کھانا تین انگلیوں سے تناول فرماتے تھے (مسلم) اور بعض اوقات چوتھی انگلی کو بھی شامل فرما لیتے تھے۔ (روی فی الغیلانیات من حدیث عامر بن وجیہ)

ف۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بروایت زہری مرسلاً منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) پانچ انگلیوں سے بھی کھانا تناول فرماتے تھے۔ صرف دانگلیوں سے آپ کبھی کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ (اس کے متعلق) آپ کا ارشاد تھا کہ یہ طریقہ شیطان کے کھانے کا ہے۔ (دارقطنی عن عباسؓ بسند ضعیف)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آپ کے لئے ایک قسم کا حلوہ

لائے ۔ آپ نے تناول فرمایا اور دریافت کیا کہ یہ حلوا کس چیز کا ہے ۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ ہم اوّل گھی اور شہد ملا کر چولھے پر رکھتے ہیں جب اس کو جوش آجاتا ہے تو کچھ سوجی اس میں ڈال کر پکا لیتے ہیں ۔ اس طرح یہ حلوہ تیار ہو جاتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا بہت اچھا ہے ۔ (بیہقی فی الشعب عن لیث ابن ابی سلیم بلفظ الخبیص) ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے چھنے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی تناول فرماتے تھے ۔ (بخاری عن سہل بن سعدؓ) ۔

آپ ککڑی کو (کبھی) کھجور کے ساتھ اور کبھی نمک کے ساتھ تناول فرماتے تھے ۔ (کھجور کی روایت بخاری ومسلم کی ہے اور نمک کی روایت ابن حبان اور ابن عدی نے بسند ضعیف نقل کی ہے) ۔

تمام پھلوں میں آپ کو خربوزہ اور انگور زیادہ پسند تھے (ابونعیم فی الطب النبوی) آپ خربوزہ کو کبھی روٹی سے اور کبھی شکر کے ساتھ تناول فرماتے تھے ۔

ف ۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کہ خربوزہ کو روٹی کے ساتھ کھانے کی روایت مجھے کہیں نہیں ملی البتہ انگور کو روٹی کے ساتھ کھانا منقول ہے (کما رواہ ابن عدی) اور شکر کے ساتھ کھانے کا اگر مطلب یہ ہے کہ میٹھی چیز مثل کھجور وغیرہ کے ساتھ تناول فرمایا تو یہ صحیح اور منقول ہے اور اگر شکر سے مراد معروف شکر ہے تو اس کی کوئی اصل بجز ایک نہایت ضعیف ناقابل اعتبار روایت کے مجھے نہیں ملی ۔

اور بسا اوقات آپ خربوزہ کو کھجور کے ساتھ بھی تناول فرماتے تھے (ترمذی نسائی)۔

اور خربوزہ کے کھانے میں آپ دونوں ہاتھوں سے کام لیتے تھے اور ایک مرتبہ کھجور داہنے ہاتھ میں اور اس کی گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں جمع فرماتے رہے۔ پھر ایک بکری سامنے آئی تو گٹھلیاں اس کے آگے کر دیں۔ بکری آپ کے بائیں دست مبارک سے گٹھلیاں کھاتی رہی اور آپ داہنے ہاتھ سے کھجور تناول فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ فارغ ہو گئے اور بکری بھی چلی گئی (دونوں ہاتھوں سے خربوزہ وغیرہ کا تناول فرمانا مسند احمد میں اور بکری کا واقعہ فوائد ابی بکر شافعی میں منقول ہے۔)

بعض اوقات آپ انگور کو گچھے سے تناول فرماتے تھے کہ انگور کے دانے آپ کی ریش مبارک پر موتیوں کی طرح نظر آتے تھے۔ (ابن عدی فی الکامل الضعف)

اور آپ کا اکثر کھانا کھجور اور پانی ہوتا تھا۔ (بخاری عن عائشہ رضہ)

آپ کھجور کو دودھ کے ساتھ جمع فرماتے اور ان کا نام اطیبین رکھتے تھے اور آپ کا سب سے زیادہ مرغوب کھانا گوشت تھا۔ فرماتے تھے کہ گوشت قوت سامعہ کو بڑھاتا ہے اور گوشت دنیا و آخرت میں سید الطعام ہے اور اگر میں اپنے رب سے دعا کرتا کہ مجھے روزانہ گوشت عطا فرمائیں تو ضرور عطا فرماتے۔ (ابن حبان)

آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ (ثرید شوربے

میں چوری ہوئی روٹی کو کہتے ہیں)۔ (مسلم عن انسؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو سے بہت رغبت تھی اور فرماتے تھے کہ میرے بھائی یونسؑ کا درخت ہے (مسلم عن ابی ہریرہؓ)

حضرت ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "اے عائشہؓ جب تم ہنڈیہ پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ وہ غمگین دل کو مضبوط کر دیتا ہے"۔ (فوائد ابوبکر شافعی۔ تخریج عراقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرندہ شکار کا گوشت تناول فرماتے تھے (تخریج بحوالہ ترمذی)۔ لیکن نہ خود شکار کے پیچھے پڑتے نہ شکار کرتے تھے (بلکہ) پسند یہ تھا کہ شکار کرنے والے شکار کر کے لاویں تو آپ بھی تناول فرمائیں اور جب آپ گوشت تناول فرماتے تو گوشت کی طرف سر نہ جھکاتے تھے بلکہ گوشت ہاتھ سے اٹھاتے اور دندان مبارک سے کاٹ کر کھاتے تھے (تخریج برمز ابی داؤد)

آپ (کبھی) روٹی گھی کے ساتھ بھی تناول فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم تخریج)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں دست اور ہنڈیہ کی ترکاری میں کدو اور سالن میں سرکہ اور کھجور میں عجوہ پسند تھا۔ (تخریج برمز بخاری و مسلم و ابن ماجہ)

آپ نے کھجور کی قسم عجوہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت کا

ع حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تو نہایت ضعیف تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کدو کا درخت اگایا اس کے کھانے سے ان کو صحت و قوت حاصل ہو گئی ۱۲ منہ۔

پھل ہے اور زہر اور سحر کے اثر سے شفاء ہے۔ (تخریج بحوالہ بزار والطبرانی فی الکبیر) اور ترکاریوں میں آپ کو ہندبا (کاسنی) اور باذروج (عہ) اور خرفہ پسند تھا (ابونعیم فی الطب النبوی من حدیث ابن عباسؓ)

کلیجی گردہ کا گوشت آپ کو پسند نہ تھا کیونکہ پیشاب کے متصل رہتا ہے۔ (من حدیث ابن عباس باسناد ضعیف)

بکری کی سات چیزیں آپ تناول نہ فرماتے تھے۔ عضو مخصوص، انثیین، مثانہ، پتہ، غدود، موضع بول و براز۔ ان چیزوں کو آپ مکروہ سمجھتے تھے۔ (ابن عدی والبیہقی باسناد ضعیف)

آپ لہسن، پیاز، کراث (گندنا) تناول نہ فرماتے تھے۔ (مالک فی الموطأ)

ف۔ لہسن پیاز وغیرہ جن میں بدبو ہے اس کا کھانا اگرچہ دوسروں کے لئے جائز ہے مگر جب تک بدبو کو دور نہ کریں کھا کر مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ اور ایسی حالت میں نماز و تلاوت بھی خلاف ادب ہے۔ (مترجم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو بُرا نہیں کہا بلکہ (عادت یہ تھی کہ) اگر پسند آیا کھا لیا۔ ناپسند ہوا ترک کر دیا۔ اور جس کھانے سے خود اپنے کو طبعی نفرت بھی ہوتی تو دوسروں کے لئے اس کو مبغوض و مکروہ نہیں ٹھہرایا۔ (مستفاد من حدیث الصحیحین)

(عہ) باذروج نوعی است از ریحان کوہی کہ بر دامن کوہ می روید و بعضی گفتہ اند نزہ ایست۔ ۱۲ (منتخب اللغات)

آپ گوہ اور تلی سے نفرت کرتے تھے مگر ان کو دوسروں کے لئے حرام نہ قرار دیتے تھے ۔

ف ۔ حنفیہ کے نزدیک دوسری روایات حدیث کی بناء پر گوہ حرام ہے ۔ مگر تلی کا حکم سب کے نزدیک ایک ہی ہے کہ حرام نہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد انگلیوں سے پلیٹ کو صاف کرتے اور چاٹ لیتے تھے ۔ اور فرماتے تھے کہ کھانے کے آخری حصہ میں زیادہ برکت ہوتی ہے ۔ (البیہقی فی الشعب من حدیث جابرؓ) اور انگلیوں کو چاٹ کر صاف کر دیتے اور ہاتھ کو رومال وغیرہ سے اس وقت تک صاف نہ کرتے تھے جب تک ایک ایک انگلی کو چاٹ نہ لیں اور فرماتے تھے کہ کسی کو خبر نہیں کھانے کے کون سے حصے میں برکت (یعنی بدن انسانی کے لئے غذا کا اصل نفع) زیادہ ہے ۔ (مسلم من حدیث کعب بن مالک وجابر و البیہقی فی الشعب عنہ)

جب آپ کھانے سے فارغ ہوجاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَطْعَمْتَ فَاَشْبَعْتَ وَسَقَیْتَ فَاَرْوَیْتَ لَکَ الْحَمْدُ غَیْرَ مَکْفُوْرٍ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ (طبرانی من حدیث الحارث بن الحارث بسند ضعیف) ترجمہ :۔ یا اللہ آپ کے لئے حمد وثنا ہے ۔ آپ نے ہی کھانا کھلایا تو پیٹ بھرا اور پانی پلایا تو پیاس دور ہوئی ۔ آپ کے لئے شکر ہے نہ آپ کی نعمت کی ناشکری

کرتے ہیں نہ اس کو بالکل رخصت کرتے ہیں نہ ہم اس سے مستغنی ہیں۔

جب آپ روٹی اور گوشت تناول فرماتے تو خصوصیت سے ہاتھوں کو اچھی طرح دھوتے پھر جو پانی کا اثر ہاتھوں پر رہتا تو اس کو چہرۂ انور پر مل لیتے تھے۔ (ابو یعلیٰ من حدیث ابن عمرؓ باسناد ضعیف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ پانی پینے میں یہ تھی کہ تین سانس میں پیتے تھے۔ اور ہر سانس کے شروع میں بسم اللہ آخر میں الحمد للہ کہتے تھے۔ (الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی ہریرۃؓ ورجالہ ثقات)۔ اور بعض اوقات ایک سانس میں بھی پی لیتے تھے۔ (ابو الشیخ من حدیث زید بن ارقم باسناد ضعیف)

نیز پانی کو چوس چوس کر پیتے تھے اور ایک دفعہ ہی نہ چڑھاتے تھے۔ (البغوی والطبرانی وابن عدی وغیرہ من حدیث بہز واسنادہ ضعیف) اور بچا ہوا پانی اپنے داہنی طرف کے آدمی کو دیتے تھے۔ لیکن اگر بائیں جانب میں کوئی ایسا آدمی ہوتا جو درجہ میں داہنی جانب والے سے بڑا ہے تو اس سے فرماتے کہ حق تمہارا ہی ہے لیکن تم اجازت دو تو میں ان کو دے دوں۔ (اس کی اجازت سے بائیں جانب والے کو عطا فرماتے تھے۔)

(بخاری ومسلم من حدیث سہل بن سعد)

آپ برتن کے اندر سانس نہ چھوڑتے تھے بلکہ (سانس لینے کے وقت) برتن سے منہ ہٹا لیتے تھے (مستدرک حاکم من حدیث ابی ہریرۃؓ وقال صحیح الاسناد)

ایک مرتبہ ایک برتن آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا

آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "ایک شربت میں دو شربت اور ایک برتن میں دو کھانے"۔ پھر فرمایا کہ "میں اس کو حرام نہیں کہتا لیکن میں فخر کی چیز کو اور زائد از حاجت دنیا کو جس کا کل بروز قیامت حساب دینا پڑے پسند نہیں کرتا۔ تواضع (و پستی) کو پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتے ہیں (البزار من حدیث طلحہ بن عبیداللہ بسند ضعیف)

ف۔ مطلب یہ ہے کہ دودھ اور شہد دونوں مستقل غذائیں اور مستقل چیزیں ہیں۔ دونوں کو ایک دفعہ جمع کرنا سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فقر و تواضع کے شایان نہ تھا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیاء کے ساتھ رہتے تھے۔ گھر والوں سے کسی کھانے کا مطالبہ نہ فرماتے تھے اور کسی خاص چیز کی خواہش کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ پیش کر دیا تناول فرما لیا اور جو دے دیا قبول کر لیا جو پلایا پی لیا۔ (بخاری و مسلم من حدیث ابی سعیدؓ) کبھی خود کھڑے ہو کر دستِ مبارک سے کھانے پینے کی چیزیں لے لیتے اور تناول فرما لیتے تھے۔ (ابوداؤد من حدیث ام المنذر)

لباس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس کے بارے میں بھی کوئی اہتمام و تکلف نہ تھا۔ جو کپڑا، تہبند یا چادر یا کرتہ یا جُبّہ وغیرہ مل گیا اسی کو زیب تن فرما

لیا۔ (بخاری ومسلم من حدیث عائشہؓ)

آپ کا اکثر لباس سفید رنگ کا ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ ایسا ہی (یعنی سفید) لباس اپنے زندہ آدمیوں کو پہناؤ اور اسی میں مردوں کو کفن دو (ابن ماجہ، مستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئی دار قبا بلا جنگ اور جنگ میں استعمال فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم من حدیث المسور بن مخرمہ)

بادشاہ اکیدر دومہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جُبّہ سبز ریشم کا جس میں سونے کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں ہدیہ میں پیش کیا۔ آپ نے قبول فرما لیا اور بعض روایات میں ہے کہ مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی ممانعت سے پہلے آپ نے ایک روز اس کو استعمال بھی فرمایا تھا پھر نکال دیا۔ (مسلم من حدیث جابرؓ) اس کے بعد مردوں کے لئے ریشمی لباس حرام کر دیا گیا۔ (صحیحین ومسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کپڑے کرتہ، قبا، چادر وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے اور تہبند اس سے بھی اوپر نصف ساق تک رہتا تھا۔ (ابوالفضل محمد بن طاہر فی کتاب صفوۃ التصوف باسناد ضعیف ویویدہ روایۃ المستدرک من حدیث ابن عباسؓ وروایۃ الترمذی فی الشمائل من حدیث الاشعب)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کی گھنڈیاں اکثر لگی رہتی تھیں اور بعض اوقات نماز و خارج نماز میں کھلی بھی رہتی تھیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ

شمائل ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چادر زعفران میں رنگی ہوئی تھی۔ اور بسا اوقات یہ چادر اوڑھ کر آپ نے نماز بھی پڑھائی۔ (ابوداؤد ترمذی من حدیث قیلہ بن مخرمہ)

ف۔ یہ حکم ممانعت سے پہلا ہے بعد میں زعفران کا رنگا ہوا کپڑا ممنوع کر دیا گیا۔ (مترجم)

بعض اوقات آپ صرف ایک بڑی چادر پہنتے تھے اور کوئی کپڑا اس کے نیچے نہ ہوتا تھا۔ (ابن ماجہ۔ ابن خزیمہ۔ من حدیث ثابت بن الصامت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوھری چادر تھی۔ جس کو آپ استعمال فرماتے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ میں (خدا تعالیٰ کا) ایک بندہ ہوں۔ ایسا ہی لباس پہنتا ہوں جیسا غلام پہنا کرتا ہے (بخاری ومسلم من حدیث ابی بردہ)

جمعہ[1] کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کپڑے مخصوص تھے جو صرف جمعہ کے وقت زیبِ تن فرماتے تھے بعد میں پلیٹ کر رکھ دیئے جاتے تھے۔

بعض[2] اوقات آپ صرف ایک تہبند استعمال فرماتے تھے جس کی

---

[1] الطبرانی فی الاوسط والصغیر من حدیث عائشہ رضہ بسند ضعیف ۱۲۔

[2] بخاری ومسلم ۱۲۔

گرہ پشت پر دونوں شانوں کے درمیان لگاتے تھے اور بعض[۱] اوقات اسی لباس میں جنازہ کی نماز بھی پڑھائی۔ اور بعض[۲] اوقات اپنے گھر میں اسی ایک تہبند میں لپیٹ کر نماز ادا فرماتے تھے۔

اور بعض[۳] اوقات آپ صرف ایک کپڑے میں نماز ادا فرماتے تھے جس کو تہبند کے طور پر باندھ کر بچے ہوئے حصّہ کا ایک گوشہ بطور چادر استعمال فرماتے اور دوسرا گوشہ بعض ازواج مطہرات پر ڈال دیتے تھے۔

آنحضرت[۴] صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چادر سیاہ رنگ کی تھی جو آپ نے کسی کو ہبہ کر دی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ آپ کی وہ چادر کیا ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو دے دی۔ حضرت ام سلمہ رضی نے عرض کیا کہ یہ سیاہ چادر آپ کے سفید رنگ پر بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

ایک[۵] مرتبہ آپ نے ظہر کی نماز صرف ایک کپڑے میں پڑھائی۔ جس کے دونوں پلوں کو باندھ دیا تھا۔

انگشتری

آنحضرت[۶] صلی اللہ علیہ وسلم انگشتری استعمال فرماتے تھے بعض اوقات آپ باہر تشریف لاتے تو آپ کی انگشتری میں

---

[۱] قال العراقی لم اقف علیہ ۱۲ [۲] ابو یعلی باسناد حسن من حدیث معاویہ ۱۲، [۳] ابو داؤد من حدیث عائشہ رض ۱۲

[۴] قال العراقی لم اقف علیہ من حدیث ام سلمہ و مسلم من حدیث عائشہ رض خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و علیہ مرط مرحل اسود و لابی داود والنسائی صحت و النبی صلی اللہ علیہ وسلم بردۃ سودا من صوف فلبسہا ۱۲ [۵] بزار و ابو یعلی عن انس ۱۲ [۶] الشیخان من حدیث ابن عمر و انس رض ۱۲ [۷] عد من حدیث واثلۃ بسند ضعیف ۱۲ ۔

ایک دھاگہ بندھا ہوتا تھا جس کے ذریعہ کسی کام کو یاد رکھنا مقصود تھا۔

اس انگشتری سے آپ خطوط پر مہر ثبت فرماتے تھے۔ جس کی ابتداء یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ نے شاہ روم کے نام خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ کسی کا خط اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس پر مہر نہ ہو تو آپ نے چاندی کی مہر بنوالی۔ (بخاری و مسلم)

ٹوپی آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے نیچے اور بدون عمامہ کے بھی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے اور[2] ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں۔ ایک ٹوپی سفید سوئی سے کام کی ہوئی اور ایک ٹوپی یمنی چادر سے بنی ہوئی اور ایک ٹوپہ کانوں والا جس کو سفر میں استعمال فرماتے تھے۔ اور بعض اوقات اس کو نماز پڑھنے کے وقت آگے رکھ دیتے تھے۔

عمامہ بعض[3] اوقات عمامہ نہ ہوتا تو سر مبارک اور پیشانی پر ایک عصابہ باندھتے تھے (یعنی پٹی کی طرح ایک چھوٹا کپڑا) آپ[4] کے ایک عمامہ کا سحاب نام تھا وہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

---

[1] الطبرانی وابوالشیخ والبیہقی فی شعب الایمان من حدیث ابن عمر رض ۲ [2] رواہ ابوالشیخ واسناد ضعیف ۱۲ [3] بخاری من حدیث ابن عباس رض ۱۲ ۔
[4] ابن عدی ابوالشیخ وہو مرسل ضعیف ۱۲ ۔ محمد شفیع عفی عنہ ۔

عطا فرما دیا پھر جب حضرت علیؓ اس کو باندھ کر تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "علی تمہارے پاس سحاب میں آئے ہیں"۔

عادت[1] شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی کپڑا پہنتے تو داہنی طرف سے شروع کرتے اور[2] یہ دعا پڑھتے تھے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ ۔ (ترجمہ) شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے وہ کپڑا عطا کیا جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں اور لوگوں میں زینت و تجمل حاصل کروں۔

اور[3] جب کوئی کپڑا نکالتے تو پہلے بائیں جانب سے نکالتے تھے ۔

آپ[4] جب نیا کپڑا استعمال فرماتے تو پرانا کسی مسکین کو عطا فرما دیتے تھے ۔ اور یہ ارشاد ہوتا کہ جو مسلمان اپنا پرانا کپڑا کسی مسکین کو پہنا دے اور اس سے اس کی غرض بجز رضائے حق تعالیٰ کے کچھ نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ضمان اور حفاظت میں رہتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اچھا[5] لباس عطا فرماتے ہیں۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ۔

---

[1] ترمذی من حدیث ابی ہریرہ و رجالہ رجال الصحیح ۱۲ [2] ترمذی و قال غریب ۱۲ [3] ابوالشیخ من حدیث ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ از تخریج عراقی [4] اخرجہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی الشعب من حدیث عمرؓ ۱۲ [5] حدیث کے جو الفاظ اس جگہ منقول ہیں وہ یہ ہیں خیرہ ما وارہ حیا و میتا ۔ احقر نے اس کا خلاصہ مفہوم وہی سمجھا ہے جو ترجمہ میں لکھا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ محمد شفیع عفی عنہ ۔

بستره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بستره تھا چمڑے کا جس میں کھجور کا گوده بھرا ہوا تھا۔ اس کی لمبائی دو ذراع کے قریب تھی اور چوڑائی ایک ذراع (ایک بالشت) کے قریب تھی۔ (بخاری و مسلم بدون ذکر الطول والعرض)

ف - ذراع کا لفظ کئی معنی میں بولا جاتا ہے۔ اصل لغت میں تو کہنی تک ہاتھ کو کہتے ہیں اور کبھی معروف گز کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور اس جگہ بظاہر یہی مراد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ذراع بمعنی ہاتھ کے حساب سے اس کی پیمائش بہت کم رہتی ہے۔ اس پر آدمی لیٹ نہیں سکتا اور ابوالشیخ کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستره اتنا لمبا چوڑا ہوتا تھا۔ جیسے انسان کو قبر میں لٹایا جاوے۔ (ذکره فی تخریج العراقی)

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عبا تھی جو اکثر آپ کے نیچے دو تہ کر کے بچھا دی جاتی تھی۔

اور بعض[2] اوقات آپ کھلے بوریئے پر آرام فرماتے کہ آپ کے نیچے بجز بوریئے کے کچھ نہ ہوتا تھا۔

---

[1] ابن سعد فی الطبقات والوالشیخ من حدیث عائشہ رض ۱۲ تخریج [2] بخاری و مسلم من حدیث عمر رض فی قصۃ الاعتزال ۱۲ تخریج۔

استعمالی چیزوں کا نام رکھنا

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اپنے جانوروں، ہتھیاروں اور گھر کی اشیاء کا کچھ نام تجویز فرما دیتے تھے۔ آپ کے جھنڈے کا نام عقاب اور جو تلوار جنگ میں استعمال فرماتے تھے۔ اس کا نام ذوالفقار تھا۔ اور ایک تلوار تھی، جس کو مخذم کہا جاتا تھا۔ اور تیسری اور تلوار تھی جس کا نام رسوب تھا۔ اور ایک اور تلوار کا نام قضیب تھا۔ اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی کے جڑاؤ کا تھا۔

آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کا منطقہ (پیٹی) استعمال فرماتے تھے جس میں تین کڑے چاندی کے لگے ہوئے تھے۔ آپ[3] کی کمان کا نام کتوم اور ترکش کا نام کافور تھا۔

آپ[4] کی ناقہ کا نام قصوٰی تھا اور آپ کے خچر کو دُلدُل اور حمار کو یعفور اور جس بکری کا دودھ نوش فرماتے تھے اس کو عینہ کہا جاتا تھا۔

---

[1] الطبرانی من حدیث ابن عباس رض ۱۲ تخریج۔ [2] قال العراقی فی التخریج لم اقف لہ علی داصل ولابن سعد فی الطبقات وابی الشیخ من روایۃ محمد بن علی بن الحسین مرسلا کان فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلقتان من فضۃ ۱۲ منہ [3] قال العراقی لم ابدلہ اصلاً ۱۲ [4] الطبرانی من حدیث ابن عباس رض ۱۲ محمد شفیع عفی عنہ۔

لوٹا آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لوٹا مٹی کا تھا جس سے وضو کرتے اور پانی پیتے تھے ۔ لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو بھیجتے اور وہ آپ کے پاس پہنچتے تو ان کو روکا نہ جاتا تھا ۔ یہ بچے آپ کے لوٹے میں سے پانی پیتے اور اپنے چہروں کو ملتے تھے ۔ تاکہ برکت حاصل ہو ۔

باوجود قدرت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو وکرم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حلیم (بردبار) اور باوجود قدرت کے معافی کو پسند کرنے والے تھے ۔ یہاں تک[2] کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں چند ہار سونے چاندی کے لائے گئے ۔ آپ نے ان کو صحابہ میں تقسیم فرما دیا ۔ ایک شخص گاؤں والوں میں سے کھڑا ہوا اور کہنے لگا ۔ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے (تو دیا ہوگا مگر) میں آپ کو انصاف کرتے نہیں دیکھتا ۔ آپ نے (ملاطفت سے) فرمایا "تیرا بھلا ہو ۔ (اگر میں انصاف نہیں کرتا) ، تو میرے بعد اور کون تیرے ساتھ انصاف کرے گا" ۔ جب اس نے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا کہ ذرا اس کو لوٹا کر میرے پاس لاؤ (غالباً اس کا مقصود اس کی

---

[1] قال العراقی لم اقف لہ علی اصل ۱۲ منہ ۔ [2] ابو الشیخ باسناد جید من حدیث ابن عمرؓ ۱۲ منہ

دلداری اور رفع شبہ تھا۔)

اور حضرت[1] جابرؓ نقل فرماتے ہیں کہ جہادِ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کی چاندی لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال رہے تھے (تاکہ جمع کرنے کے بعد مستحقین کو تقسیم فرما دیں) ایک شخص نے (یہ سمجھ کر کہ آپ یہ سارا مال صرف بلالؓ کو دے رہے ہیں) کہا کہ یا رسول اللہ انصاف کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”تیرا بھلا ہو اگر میں انصاف نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔ اگر میں انصاف نہ کروں تو میں تو خائب و خاسر (محروم و تباہ) ہوگا۔“ حضرت عمرؓ اس کا یہ کلمہ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص منافق معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کی گردن کیوں نہ ماردوں۔ آپ نے فرمایا ”خدا کی پناہ اس سے کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو جاوے کہ میں اپنے صحابہ کو قتل کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ میں تھے (اتفاقاً ایک وقت) کفار نے دیکھا کہ صحابہ اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں اور آپ کے پاس کوئی نہیں تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور سیدھا سر پر آکھڑا ہوا اور تلوار کھینچ کر کہنے لگا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ نے (بیدھڑک) فرمایا ”اللہ“ (اس شخص پر رعب چھا گیا اور) تلوار ہاتھ سے گر پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھا لی اور فرمایا کہ (اب تم بتاؤ) تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔ اس نے (عاجز ہوکر) عرض کیا کہ

---

[1] رواہ مسلم ۱۲ تخریج

آپ بہتر تلوار اٹھانے والے ہو جائیے (یعنی معاف کر دیجئے ۔) آپ نے فرمایا (کلمہ اسلام) اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو ۔ اس نے کہا نہیں میں یہ کلمہ نہیں کہوں گا اور بجز اس کے کوئی وعدہ نہیں کرتا کہ میں نہ آپ سے لڑوں گا نہ آپ کے ساتھ ہوں گا اور نہ کسی ایسی قوم کے ساتھ ہوں گا جو آپ سے جنگ کرے ۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا ۔ یہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ میں بہترین انسان کے پاس سے آیا ہوں ۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت زہر ملا کر لائی کہ آپ اس کو کھا لیں ۔ (آپ اس کی حقیقت پر مطلع ہو گئے ۔) اور یہودیہ سے پوچھا (تو نے ایسا کیوں کیا) اس نے (صاف کہہ دیا) کہ میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ہرگز اس کام پر مسلط نہ کریں گے ۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس کو کیوں نہ قتل کر دیں ۔ آپ نے منع فرمایا (اور اس کو چھوڑ دیا ۔) ۔ (رواہ مسلم وعند البخاری من حدیث ابی ہریرہ رضؓ)

ایک[1] یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا ۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اس کی اطلاع کر دی ۔ آپ نے وہ چیز نکلوائی جس پر جادو کیا گیا تھا ۔ اور اس کی گرہیں کھول دیں ۔ آپ کو شفا ہو گئی ۔ لیکن آپ نے اس یہودی سے اس کا ذکر تک نہیں فرمایا اور نہ کبھی اس کا اظہار فرمایا ۔ (انتقام تو کیا لیا جاتا ۔)

---

[1] رواہ نسائی باسناد صحیح عن زید بن ارقم ۱۲ ۔

ف ۔ جادو سے جو تکلیف و مرض انسان کو پہنچتا ہے وہ بھی تمام دوسرے امراض کی طرح اسباب طبعیہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دوسرے امراض کے اسباب کھلے ہوئے نظر آتے ہیں کہ دھوپ اور لُو میں چلا پھرا اس سے بخار آ گیا یا سرد ہوا میں نکلا اس سے بخار ہو گیا اور جادو میں یہ اسباب مخفی ہوتے ہیں۔ جو جنات وغیرہ کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں طبیعت بشری کے تمام آثار و خواص کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ جن چیزوں سے سب انسانوں کو تکلیف مرض پیش آتا ہے۔ ان سے انبیاءؑ کو بھی پیش آتا ہے۔ اس لئے جادو کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جانا کسی عقلی و نقلی دلیل کے خلاف نہیں اور نہ اس میں کوئی اشکال ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ تین آدمیوں کو حکم دیا کہ روضہ خاخ (ایک مقام کا نام ہے) پر جاؤ وہاں ایک عورت اونٹ پر سوار جا رہی ہے۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے لو۔ ہم وہاں پہنچے۔ اور اس عورت سے کہا کہ خط دے دو۔ اس نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا کہ یا تو خط نکالو ورنہ تمہارے کپڑے نکالے جاویں گے (اور تلاشی لی جاوے گی) (یہ سن کر) اس نے اپنے سر کے بالوں میں سے خط نکالا۔ ہم یہ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

خط پڑھا گیا تو وہ حاطب بن بلتعہ کی طرف سے چند مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خفیہ معانہ کی اطلاع دی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے حاطب یہ کیا بات ہے"۔ حاطب رضؓ نے عرض کیا آپ مجھ پر جلدی نہ فرمائیں۔ (میری گذارش سن لیں۔) میں مکہ میں ایک پردیسی اجنبی آدمی تھا۔ (میرا کوئی کنبہ قبیلہ وہاں نہ تھا جو میرے اہل وعیال کی حفاظت کرے۔) بخلاف دوسرے مہاجرین کے ان کے عزیز رشتہ دار وہاں موجود ہیں جو ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ لوگوں میں میری کوئی رشتہ داری تو ہے نہیں۔ جس کی خاطر وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں تو میں ان پر کوئی احسان کردوں جس کی وجہ سے میرے اہل وعیال ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ (میری اس حرکت کا سبب یہ تھا۔) میں نے یہ کام کفر کی وجہ سے یا کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے یا اسلام کے بعد ارتداد کی بناء پر نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس نے سچ کہا ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاطب بن بلتعہ ان لوگوں میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہیں اور آپ کو کیا خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر خاص توجہ فرمائی اور فرما دیا کہ ان سے جو گناہ بھی سرزد ہو میں نے معاف کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

ف ۔ غزوۂ بدر کے شرکاء کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عام مغفرت فرمادی ۔ اوّل تو ان لوگوں کی گناہ سے حفاظت کی جاتی ہے ۔ وہ کسی معصیت میں مبتلا ہی نہیں ہوتے ۔ اور اگر اتفاقاً کوئی مبتلا بھی ہوا تو فوراً توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے ۔ جس سے یہ گناہ معاف ہو جاتا ہے ۔ جیسا حاطب بن بلتعہؓ کو پیش آیا ۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال صحابہ میں تقسیم فرمایا ۔ ایک انصاری صحابی کے منہ سے نکل گیا کہ "یہ ایسی تقسیم ہے جس میں خدا کی رضا مقصود نہیں"۔ ان کا یہ کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گیا ۔ یہ سن کر چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا ۔ اور (اپنے دل کو تسلّی دینے کے لئے) فرمایا ۔ "اللہ تعالیٰ میرے بھائی موسیٰؑ پر رحم کرے کہ ان کو اس سے بھی زیادہ سخت ایذائیں (ان کی قوم کی طرف سے) دی گئیں ۔ انہوں نے صبر کیا ۔" (بخاری ومسلم) اور پھر فرمایا کہ کوئی آدمی مجھے کسی صحابی کی ایسی بات نہ پہنچایا کرے جس سے مجھے رنج وغصّہ پیدا ہو ۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم لوگوں میں آؤں تو سب کی طرف سے سلیم الصدر رہوں ۔ یعنی کسی کی طرف سے رنج وغصّہ میرے دل میں نہ ہو ۔

(ابو داؤد ۔ ترمذی عن ابن مسعودؓ)

ناگوار چیزوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم پوشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لطیف البشرہ تھے آپ کا ظاہر و باطن لطیف تھا۔ آپ کا غصہ اور رضا (فوراً) آپ کے چہرۂ انور سے پہچان لیا جاتا تھا۔ (ابوالشیخ عن ابن عمرؓ)۔

ف۔ سلامت فطرت کی یہی علامت ہے نہ یہ کہ منافقانہ طور پر کینہ و بغض کا اظہار نہ ہونے دے۔ دوسرا آدمی دھوکہ میں رہے جس کو آج کل کی بدمذاقی کے سبب بڑی دانشمندی اور حوصلہ مندی کہا جاتا ہے۔

جب[1] آپ کو کوئی سخت رنج پہنچتا تھا تو بکثرت لحیہ مبارک پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ کسی شخص کے روبرو ایسی بات نہ فرماتے تھے جو اس کو ناگوار ہو۔ ایک مرتبہ ایک شخص[2] آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے لباس میں زرد رنگ کا اثر تھا۔ آپ کو یہ رنگ ناگوار ہوا۔ مگر اس کو کچھ نہ فرمایا۔ جب وہ چلا گیا تو لوگوں سے کہا کہ اس سے کہہ دینا کہ یہ زرد رنگ چھوڑ دیں۔

ف۔ یہ زرد رنگ غالباً زعفران کا تھا۔ زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ عورتوں کے لئے درست ہے۔ (درمختار)

---

[1] ابوالشیخ من حدیث عائشہؓ باسناد حسن ۱۲ تخریج۔ [2] ابوداؤد و ترمذی فی الشمائل ونسائی فی عمل الیوم واللیلۃ من حدیث انسؓ واسنادہ ضعیف ۱۲ تخریج۔

ایک اعرابی (گاؤں والے) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ صحابہؓ نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ (اس کو کچھ نہ کہو تاکہ) اس کا پیشاب منقطع نہ ہو جائے (جس سے بیماری پیدا ہو جائے) پھر اس گاؤں والے کو سمجھایا کہ مسجدیں اس کام کے لئے مناسب نہیں کہ ان میں کوئی گندگی، پیشاب پاخانہ وغیرہ ڈالا جاوے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کو (نرمی سے سمجھا کر) ادب و انسانیت کے قریب لاؤ (سختی کر کے) متنفر نہ کرو۔ (بخاری و مسلم عن انسؓ)

ایک[1] روز ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کوئی چیز مانگی۔ آپ نے عطا فرما دی۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا؟ اعرابی نے کہا نہیں۔ اچھا سلوک تو کیا ہوتا متوسط درجہ کا معاملہ بھی نہیں کیا۔"

اس کا یہ کلام سن کر مسلمانوں کو غصہ آیا اور اس کو مارنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔ پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اعرابی کو بلوایا اور کچھ اور زیادہ دیا۔ پھر پوچھا کہ (اب تو) اچھا سلوک کیا؟ اس نے کہا "ہاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اور میرے اہل و عیال کی امداد کا اچھا بدلہ دیں۔" آپ نے

---

[1] رواہ البزار وابوالشیخ من حدیث ابی ہریرہ بسند ضعیف ۱۲ تخریج۔

فرمایا کہ "تو نے لوگوں کے سامنے جو کچھ کہا تجھے معلوم ہے اور اس کی وجہ سے میرے صحابہ کے دلوں میں رنج و ناراضی ہے اگر تجھے ناگوار نہ ہو یہی بات جو میرے سامنے کہی ہے ان کے سامنے بھی کہہ دینا۔ تاکہ ان کے سامنے بھی کہہ دینا۔ تاکہ ان کے دلوں سے غم و غصہ جاتا رہے۔ اس نے وعدہ کیا" دوسرے دن شام کو آپ باہر تشریف لائے تو صحابہ سے فرمایا کہ اس اعرابی نے جو کچھ کہا تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ پھر ہم نے اس کو کچھ زیادہ دے دیا تو اس نے کہا کہ میں اب راضی ہوں۔ پھر (اعرابی کی طرف خطاب کرکے) فرمایا (کیوں بھائی) یہی بات ہے۔ (اعرابی نے کہا۔ "ہاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اہل و عیال کی امداد کا بہتر بدلہ دیں۔"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی ایسی مثال ہے۔ جیسے کسی شخص کی اونٹنی بھاگ گئی ہو۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے جس سے وہ اور بھی وحشتناک ہو کر بھاگی تو اونٹنی والے نے لوگوں کو آواز دی کہ تم میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ میں اس کو پکڑنے اور رام کرنے کی ترکیب تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ پھر یہ اونٹنی والا خود اس کے پاس گیا اور کچھ دانہ وغیرہ اس کے سامنے ڈالا اور آہستہ آہستہ اپنی طرف لگایا۔ یہاں تک کہ وہ آ گئی۔ اور بیٹھ گئی تو اس پر اپنا کجاوہ کس لیا اور سوار ہو گیا۔ جب اس شخص نے وہ کلمات کہے میں اگر تمہیں اسی طرح چھوڑ دیتا تو تم اس کو مار دیتے۔ اور یہ دوزخ میں جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کریم و سخی تھے۔ خصوصاً رمضان میں تو آپ کی سخاوت کا یہ عالم ہوتا تھا جیسے ہوا کے جھونکے کہ ان کے فیض سے کوئی گھر اور کوئی چیز خالی نہیں رہتی۔ اس وقت تو کوئی چیز اپنے پاس نہ رہنے دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم عن انسؓ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و شمائل طیبہ بیان فرماتے۔ تو کہا کرتے تھے کہ "آپ ہاتھ کے سب سے زیادہ سخی۔ دل کے سب سے زیادہ وسیع، زبان کے سب سے زیادہ وفا کرنے والے تھے۔ سب سے زیادہ نرم اور خاندان کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف تھے۔ جو شخص دفعتاً آپ کو دیکھتا تو اس پر رعب و ہیبت طاری ہو جاتی۔ اور جو آپ کے ساتھ ملتا اور صحبت میں رہتا تو آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کا حال بیان کرنے والا اجمالاً اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے نہ آپ سے پہلے آپ کی مانند کسی کو دیکھا نہ آپ کے بعد۔ (ترمذی)

آپ سے جب کبھی کوئی چیز مانگی گئی کبھی انکار نہیں فرمایا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ نے اس کو

اتنی بکریاں دے دیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان سارا میدان بھر دیا۔ وہ اپنی قوم میں گیا اور لوگوں سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح بے دریغ عطا کرتے ہیں ان کو ختم ہو جانے اور محتاج ہو جانے کا کوئی خوف نہیں۔ (بخاری ومسلم)

ایک مرتبہ آپ کے پاس نوے ۹۰ ہزار درہم لائے گئے۔ ان کو ایک بوریے پر رکھ دیا اور کھڑے ہو کر تقسیم کرنا شروع کیا یہاں تک کہ کسی سائل کو رد نہیں کیا۔ جب تک کہ سب درہم سے فارغ ہو گئے۔ (ابو الحسن ابن الضحاک فی الشمائل) اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے اور یہ مال بحرین کا آیا تھا۔ بعض روایات میں اس کی مقدار اسی ہزار بتلائی ہے۔

ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس اس وقت کچھ نہیں۔ لیکن تم کسی سے ہمارے ذمہ پر قرض لے لو۔ جب ہمارے پاس کچھ آوے گا تو قرض ادا کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت سے زائد کی تکلیف نہیں دی (تو آپ ایسا کیوں کرتے ہیں)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ کہنا ناگوار ہوا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کرتے رہو اور آسمان والے سے افلاس کا خوف نہ کرو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور چہرہ مبارک میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے (شمائل ترمذی)

جب آپ غزوۂ حنین سے واپس ہوئے تو گاؤں والے بہت سارے جمع ہو گئے اور سوال کرتے رہے آپ عطا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے اژدہام نے آپ کو ایک درخت سے لگا دیا۔ اور کسی نے آپ کی چادر بھی اتار لی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس اس جنگل کی گھاس کی تعداد کے موافق اونٹ وغیرہ ہوتے تو بلاشبہ میں سب تقسیم کر دیتا۔ اور تم مجھے بخیل یا جھوٹ بولنے والا یا بزدل نہ پاتے (بخاری عن جبیر بن مطعم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بہادر تھے (دارمی عن ابن عمر بسند صحیح)۔

حضرت[1] علیؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پناہ لے رہے تھے (حالانکہ آپ دشمن کی طرف ہم سے زیادہ قریب تھے۔ آپ اس دن سب سے زیادہ قوی و شجاع نظر آتے تھے۔ نیز فرمایا کہ جب لڑائی سخت ہو جاتی اور دونوں

---

[1] ابو الشیخ فی اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم باسناد جید ۱۲ تخریج۔

فریق بھڑ جاتے تو ہم آپ کا سہارا تکتے تھے اور دشمن کی طرف قریب کوئی آپ سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ (نسائی باسناد صحیح)

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کم گو قلیل الکلام تھے۔ لیکن جب لوگوں کو جہاد کا حکم دیتے تو خود بھی تیار ہو جاتے اور سب سے زیادہ قوی و بہادر ثابت ہوتے تھے اور وہ شخص بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا جو آپ کے قریب ہو کیونکہ آپ ہی دشمن کے قریب ہوتے تھے۔ (مسلم عن براء)

حضرت[2] عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کے مقابلہ میں آتے تو سب سے پہلے وار کرنے والے آپ ہوتے تھے۔ اور آپ کی گرفت نہایت سخت ہوتی تھی۔

ایک جہاد میں جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور بہادری کے ساتھ للکارا اور فرمایا "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں" اس روز آپ سے زیادہ کوئی قوی و شجاع نظر نہ آتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

* * *

---

[1] ابو الشیخ من حدیث سعد بن عیاض الثمالی مرسلا ۱۲ تخریج

[2] رواہ ابو الشیخ وقال العراقی فیہ من لم اعرفہ ۱۲ تخریج۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بلند مرتبہ عالی منصب ہونے کے سب سے زیادہ متواضع تھے ۔

ابن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حج میں آپ کو دیکھا کہ ایک سفید اونٹنی پر سوار ہیں ۔ جمرات کی رمی فرمارہے ہیں ۔ نہ کسی کو آپ کے پاس آنے سے روکا جاتا ہے نہ آپ کے لئے (بادشاہوں کی طرح) راستہ خالی کرایا جاتا ہے ۔

آپ بعض اوقات حمار پر سوار ہوتے ۔ اور چادر اس کے گلے میں ڈال لیتے تھے اور اس کے ساتھ بعض اوقات کسی دوسرے کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیتے تھے (بخاری و مسلم)

آپ بیماروں کی عیادت فرماتے اور جنازوں کے پیچھے چلتے اور غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے ۔ (ترمذی بسند ضعیف والحاکم وصححہ)

اپنا جوتہ خود درست فرما لیتے اور کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے اپنے گھر میں اہل بیت کے ساتھ کام کاج میں شرکت فرماتے تھے ۔ (مسند احمد عن عائشہؓ)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام آپ

کے لئے تعظیماً کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ اس کو پسند نہیں کرتے ۔ (ترمذی عن انس رض وصححہ)

ف ۔ کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا بعض روایات حدیث سے ثابت اور فقہا کے نزدیک جائز ہے ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ تواضع کے اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا گوارا نہ تھا ۔

آپ بچوں کے پاس جاتے اور ان کو سلام کرتے تھے ۔ (بخاری ومسلم)

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو وہ آپ کی ہیئت و رعب سے کانپنے لگا ۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں ۔ میں کوئی بادشاہ نہیں، میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو معمولی خوراک قدید (گوشت کا پارچہ) کھایا کرتی تھیں ۔ (حاکم عن جریر وصححہ)

اپنے[1] صحابہ میں آپ اس طرح رَل مِل کر بیٹھتے تھے کہ مجلس سے کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا ۔ گویا آپ بھی انہیں میں کے ایک فرد ہیں ۔ اجنبی آدمی آتا تو یہ نہ پہچان سکتا تھا کہ رسول اللہ ان میں کون ہیں ۔ یہاں تک کہ اس کو لوگوں سے دریافت کرنا پڑتا تھا ۔ اسی لئے حضرات صحابہ رض نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ہم آپ کے لئے کوئی مخصوص مجلس بنا دیں تاکہ آنے والا اجنبی آدمی آپ کو پہچان سکے ۔ اس کو تکلیف نہ ہو (اس مصلحت سے آپ نے اجازت دے دی) صحابہ کرام نے آپ کے لئے ایک چبوترہ مٹی کا

---

[1] ابوداؤد ونسائی من حدیث ابی ہریرہ رض ۱۲ تخریج ۔

بنا دیا جس پر آپ تشریف رکھتے تھے۔

ایک[1] مرتبہ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر قربان کرے۔ آپ تکیہ لگا کر کھانا تناول فرمالیا کریں کہ یہ آپ کے لئے آسان اور آرام دہ ہوگا۔ آپ نے یہ سن کر سر جھکا لیا یہاں تک کر زمین کے قریب ہو گیا۔ پھر فرمایا۔ نہیں بلکہ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھایا کرتا ہے۔ اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خوان پر کھانا کھایا اور نہ سکرّجہ میں (شمائل ترمذی) خوان لکڑی کی چوکی جو زمین سے کچھ اونچی ہوتی ہے کھانا اس پر رکھ کر کھانا فارس کے اہلِ تکلف کی عادت تھی۔ اس لئے حضور نے اس سے اجتناب فرمایا۔ اور سکرّجہ وہ چھوٹی پیالی جس میں چٹنی رکھی جاتی ہے۔ یہ بھی اوّل تو اہل تکلف و ترفہ کی عادت ہے۔ دوسرے ہضم طعام کے لئے استعمال کی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ قلتِ غذا اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔ (شمائل للبیجوری صـ ۹۳)

آپ کے صحابہ[2] میں سے یا غیروں میں سے کوئی بھی آپ کو بلاتا تو آپ اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

---

[1] ابو الشیخ من روایہ عبد اللہ بن عبید بن عمر رضؓ بسند ضعیف ۱۲ تخریج۔

[2] ابو نعیم فی الدلائل من حدیث عائشہ رضؓ ۱۲ منہ۔

جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو اگر وہ آخرت کے متعلق کوئی بات کرتے تو آپ بھی اس میں شرکت فرماتے ۔ اور اگر کسی کھانے پینے کی چیز کا ذکر ہوتا تو اس میں بھی شرکت فرماتے اور دنیا کی کوئی بات ہوتی تو اس میں بھی گفتگو فرماتے تھے ۔ تاکہ اہلِ مجلس کو ان کی موافقت سے انس ہو اور آپ کی کوئی امتیازی شان ظاہر نہ ہو ۔ (شمائل ترمذی)

بعض اوقات صحابہ کرام آپ کے سامنے اشعار پڑھتے اور جاہلیت کے قصّے بیان کرتے اور ہنستے تھے تو آپ بھی ان کے ساتھ تبسّم فرماتے تھے ۔ ان کو بجز حرام کے کسی خوش طبعی و تفریح سے نہ روکتے تھے ۔ (مسلم عن جابر بن سمرہ)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ مُبارکہ

قامت مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت باعتبار پیدائشی امور کے یہ تھی کہ نہ آپ[1] بہت زیادہ دراز قامت تھے نہ پست قد ۔ بلکہ میانہ قد تھے ۔ مگر اس کے باوجود یہ عجیب بات تھی کہ کوئی دراز قامت آدمی آپ کے ساتھ چلتا تو محسوس یہی ہوتا تھا کہ

---

[1] ابو نعیم فی الدلائل النبوۃ من حدیث عائشہ رضؓ بزیادۃ نقصان ۱۲ تخریج ۔

آپ ہی اس سے بلند ہیں اور بعض اوقات دو دراز قد آدمی آپ کے ساتھ معانقہ کرتے تو آپ دونوں سے زیادہ بلند نظر آتے تھے - پھر جب وہ علیحدہ ہوتے تو کہا جاتا کہ یہ دونوں دراز قد ہیں اور آپ درمیانہ قامت ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام خیر و خوبی توسّط (درمیانہ پن) میں رکھی ہے ۔

رنگ مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ تھے نہ سیاہ اور نہ بہت شدید البیاض (جس کو بھورا کہا جاتا ہے) اور بعض لوگوں نے آپ کے رنگ کی یہ صفت بیان کی کہ سرخ و سفید تھے - اور دونوں کی تطبیق یہ ہے کہ بدن کے جو حصے دھوپ اور ہوا میں کھلے رہتے ہیں جیسے چہرہ اور گردن وغیرہ وہ تو سرخ سفید تھے اور باقی بدن جو لباس میں مستور رہتا ہے وہ سفید خالص تھا ۔

آپ کا پسینہ چہرۂ انور پر موتیوں کی لڑی کی طرح معلوم ہوتا تھا ۔ پسینہ میں (بدبو کی بجائے) تیز مشک کی سی خوشبو تھی ۔

موئے مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت بھی متوسط حالت میں تھی - نہ بالکل سیدھے نہ بہت مڑے ہوئے (گھنڈی کی طرح جیسے حبشیوں کے ہوتے ہیں) جب آپ کنگھا کرتے تھے تو بال الجھتے نہ تھے ایسے صاف

نکل جاتے تھے جیسے ریتہ ۔

بعض صحابہ کا بیان ہے کہ آپ کے بال دونوں شانوں تک تھے اور اکثر روایتوں میں ہے کہ دونوں کانوں کی لَو تک تھے ۔

آپ کے سفید بال سر اور ڈاڑھی میں سترہ ۱۷ عدد سے زائد نہ تھے آپ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے ۔ کوئی شخص آپ کی صفت بیان کرنا چاہے تو مختصر طور پر یہ کہہ سکتا ہے کہ جیسے چودھویں رات کا چاند ۔

آپ کا رنگ اور بشرہ لطیف ہونے کی وجہ سے آپ کی رضا اور غصہ آپ کے چہرہ سے ظاہر ہو جاتا تھا ۔

چہرۂ مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی تھے ۔ بھوؤں کے بال گنجان اور پورے تھے ۔ دونوں بھوؤں کے درمیان ایسی سفیدی تھی جیسے خالص چاندی ۔ آنکھیں بڑی اور کشادہ تھیں ۔ جن کی سیاہی گہری تھی اور کچھ سرخی جھلکتی تھی ۔ آپ کی پلکیں مڑی ہوئی تھیں ۔ ناک بلند اور دانتوں کے درمیان کشادگی تھی ۔ جب آپ ہنستے تھے تو بجلی کی سی روشنی محسوس ہوتی تھی ۔ آپ کے لب مبارک تمام لوگوں سے حسین اور لطیف تھے رخسار مبارک حسین اور صلب تھے ۔ چہرہ مبارک نہ طویل تھا اور نہ بہت پُر گوشت ۔ آپ کی ڈاڑھی گنجان تھی ۔ آپ ڈاڑھی کو چھوڑتے اور موچھوں کو کٹواتے تھے ۔ گردن مبارک سب سے زیادہ حسین تھی ۔

نہ بہت طویل نہ بہت کوتاہ ۔ گردن کا جو حصّہ کھلا رہتا ہے وہ ایسا چمکتا تھا جیسے چاندی کا ابریق (لوٹا) جس میں سونا ملایا گیا ہو ۔ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی جھلکتی ہو ۔

سینہ مبارک وسیع کشادہ تھا ۔ آپ کے بدن مبارک کا گوشت ہر جگہ متناسب تھا کہیں بڑھا گھٹا نظر نہ آتا تھا ۔ آئینہ کی طرح برابر صاف اور چاندی کی طرح سفید روشن ۔ حلقوم کے نیچے سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط متصل تھا ۔ آپ کے سینہ اور بطن پر اس کے سوا اور بال نہ تھے ۔ شکم مبارک میں تین شکن تھے جن میں سے ایک ازار کے اندر مستور رہتا تھا ۔ اور دو کھلے رہتے تھے ۔ آپ کے شانے بڑے اور بال والے تھے ۔ آپ کے جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور ضخیم تھیں ۔ آپ کی پشت وسیع اور دونوں مونڈھوں کے درمیان داہنی جانب مائل مہر نبوت تھی ۔ جس میں ایک سیاہ زردی مائل خال اور اس کے گرد چند بال تھے ۔ بازوئی اور دست مبارک پر گوشت مضبوط تھے ۔ کلائی طویل اور ہتھیلیاں وسیع تھیں ۔

انگشت ہائے مبارک گویا چاندی کی شاخیں اور ہتھیلی ریشم سے زیادہ نرم اور خوشبو سے مہکنے والی تھی ۔ خواہ خوشبو استعمال کریں یا نہ کریں جو کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو تمام دن اس کی خوشبو اپنے ہاتھ میں پاتا تھا ۔ آپ بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو بچہ کے سر میں ایسی خوشبو کی مہک پیدا ہو جاتی تھی کہ دوسرے بچوں میں ممتاز

ہو کر پہچانا جاتا تھا۔ آپ کا جسم اسفل رانیں اور پنڈلیاں پُر گوشت۔ آپ کا پورا جسم مبارک موٹاپہ اور لاغری میں متوسط (درمیانہ) تھا۔

آپ کی چال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے کوئی اونچی جگہ سے اترتا ہو۔ قدم روک کر اور قریب قریب رکھتے تھے۔ چال میں تکبّر و فخر کا شائبہ نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں آدم علیہ السلام کے ساتھ بہت مشابہ ہوں۔ اور میرے جد امجد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدائشی خلقت اور اخلاق میں سے بہت مشابہ تھے (حلیہ مبارک کی یہ ساری تفصیل دلائل نبوت ابو نعیم سے لی گئی ہے۔

اور[1] فرماتے تھے کہ میرے پروردگار کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں۔ میں احمدؐ ہوں۔ میں ماحیؐ ہوں (یعنی کفر کو مٹانے والا) اور میں عاقبؐ ہوں۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور میں حاشرؐ ہوں کہ میرے قدم پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور رسولؐ الرحمۃ ہوں اور رسولؐ التوبہ ہوں اور رسول الملاحم (یعنی جہاد و غزوات کے رسول) اور مقفّیٰ کہ میں سب کی پشت پر ہوں اور میں قثم ہوں یعنی کامل اور جامع۔ (واللہ اعلم۔)

---

[1] ابن عدی من حدیث علی و جابر و اسامۃ بن زیدہ عائشہؓ و ابن عباس باسناد ضعیف ۱۲ تخریج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے معجزات

واضح ہو کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کیا اور آپ کے اخلاق و احوال اور عادات و خصائل اور مختلف طبقات مخلوق کی سیاست اور ضبط اور مختلف المزاج اقوامِ عالم سے مانوس ہونے اور ان کو اپنی اطاعت کا گرویدہ بنا لینے پر مشتمل احادیث کی طرف توجہ سے کان لگایا اور اس کے ساتھ ان حقائق و معارف سے واقف ہوا جو مشکل سے مشکل سوالات کے جواب میں زبان مبارک سے نکلے ۔ اور مصالح خلق کی عجیب و غریب تدبیریں اور ظاہر شرع کی تفصیل میں وہ عمدہ اشارات جن کے ابتدائی علم سے بھی دنیا کے عقلا اور فقہا عاجز رہے ان پر نظر ڈالی وہ بے شک و شبہ کہہ اٹھے گا کہ یہ کمالات کسب و سعی سے حاصل کئے ہوئے نہیں ہو سکتے ۔ اور نہ قوتِ بشریہ کسی تدبیر سے ایسے کمالات حاصل کر سکتی ہے ۔ بلکہ یہ چیز بدون امداد آسمانی اور قوت الٰہیہ کے متصور و ممکن نہیں ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی قوت الٰہیہ اور اس پر مرتّب ہونے والے کمالات کسی جھوٹے اور دھوکہ دینے والے کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے ۔

بلکہ آپ کے عادات و اخلاق آپ کی سچائی کے قطعی شاہد ہیں ۔

یہاں تک کہ ایک ٹھیٹھ اعرابی آپ کو دیکھتا ہے بول اٹھتا ہے کہ "یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے" یہ اعرابی آپ کے بعض شمائل و خصائل دیکھ کر آپ کے صدق کی گواہی دیتا ہے۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے آپ کے اخلاق کا مشاہدہ کیا اور عمر کے مختلف ادوار میں آپ کے حالات طیبہ کا تجربہ کیا۔

ہم نے اس جگہ آپ کے بعض اخلاق مختصر طور پر لکھے ہیں تاکہ محاسن اخلاق کا ایک نمونہ معلوم ہوجائے اور آپ کے صدق و سچائی اور بلندی مرتبہ اور عظمتِ شان عنداللہ کا اندازہ ہوسکے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو یہ تمام کمالات انتہائی درجہ کے عطا فرمائے۔ حالانکہ آپ ایک اَن پڑھ تھے۔ کہیں کسی سے علم نہیں سیکھا۔ اور نہ کتابوں کا مطالعہ کیا اور نہ طلب علم کے لئے کہیں سفر کیا۔ بلکہ ہمیشہ ایک جاہل دیہاتی طبقہ کے اندر پلے اور بڑھے اور رہے۔ اور وہ بھی اس حال میں کہ آپ یتیم تھے شفیق باپ جو تربیت و تہذیب کی کوشش کرتے ان کا سایہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ اس پر مزید یہ کہ فقیر و مفلس گھرانہ میں ضعیف و کمزور حالات میں آپ کا نشو و نما ہوا۔ پھر یہ تمام محاسن اخلاق اور علوم و معارف، ملائکہ اور انبیاء سابقین کے علوم اور انبیاء کی خصوصیات صرف آپ ہی کو کہاں سے حاصل ہوگئے۔ اگر صریح وحی نہ ہوتی تو آخر اس کا امکان کیسے سمجھ سکتا ہے اور قوت بشریہ ان

محیّر العقول کمالات کو اپنی سعی سے حاصل کرنے میں کامیاب ہی کہاں ہو سکتی ہے۔

پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات صرف یہی ہوتے اور ایک بھی معجزہ آپ سے ظاہر نہ ہوتا جب بھی انسان کے لئے آپ کے صدق و سچائی نبی برحق ہونے کی شہادت کے لئے کافی تھے۔ یہ حق تعالیٰ کی مزید رحمت و عنایت ہے کہ ان کمالات ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ کے دست مبارک پر ایسے کھلے ہوئے معجزات ظاہر فرما دیئے کہ ان کو دیکھ کر کسی غبی سے غبی اور جاہل سے جاہل کو بھی آپ کی نبوت و رسالت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

ان معجزات میں سے ہم اس جگہ صرف اُن معجزات کا ذکر کرتے ہیں جو زیادہ مشہور و معروف ہیں اور صحیح و معتبر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) جب قریش نے آپ سے آپ کی نبوت پر علامت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔
(بخاری و مسلم عن ابن مسعود و ابن عباس و انس رضؓ)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھوڑے سے کھانے سے ایک بہت بڑی جماعت کو شکم سیر فرما دیا۔
(بخاری و مسلم)

(۳) اسی طرح حضرت طلحہ کے مکان میں اور غزوہ خندق میں تھوڑا سا کھانا آپ کی برکت سے ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگیا۔ (بخاری ومسلم)

(۴) ایک مرتبہ دو سیر سے کم آٹے اور ایک بکری کے بچہ سے اسّی آدمیوں کو شکم سیر فرما دیا (اسمٰعیلی فی صحیحہ)

اور بیہقی کی دلائل نبوت میں بروایت جابرؓ آٹھ سو آدمیوں کو اور دلائل ابی نعیم میں ایک ہزار آدمیوں کو شکم سیر کرنا منقول ہے۔

(۵) ایک مرتبہ چند روٹیاں جن کو حضرت انسؓ نے ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا آپ کی برکت سے اسّی آدمیوں کو شکم سیر کرنے کے لیے کافی ہوگئیں۔ (مسلم عن انسؓ)

(۶) ایک مرتبہ تھوڑی سی کھجوریں جن کو بنت بشیر نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا ایک پورے لشکر کو شکم سیر کرنے کے بعد بھی بچی رہیں۔ (البیہقی فی دلائل النبوۃ)

(۷) آپ کی انگشت ہائے مبارک کے درمیان سے پانی بہنے لگا۔ جس سے پیاسے لشکر نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور سب نے وضو کر لیا۔ (بخاری ومسلم عن انسؓ)

(۸) مقام تبوک کا چشمہ خشک ہوگیا تھا۔ آپ نے اپنے وضوء سے بچا ہوا پانی اس میں ڈال دیا تو یہ چشمہ پانی سے ابلنے لگا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حدیبیہ کے خشک کنویں میں اپنے وضو سے بچا ہوا پانی ڈال دیا تو کنواں پانی سے ابلنے لگا ۔ یہاں تک کہ چشمہ تبوک کے پانی سے ہزاروں آدمی اور حدیبیہ کے کنویں سے ڈیڑھ ہزار آدمی سیراب ہو گئے ۔ (مسلم و بخاری)

(۹) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ چار سو سواروں کو کھجور سے زادِ راہ دے دیں ۔ یہ کھجوریں بہت تھوڑی مقدار میں تھیں ۔ حضرت عمرؓ نے تقسیم کیا تو سب کو کافی ہو گئیں اور بچ رہیں (مسند احمد عن نعمان بن مقرن)

(۱۰) کفار کے ایک لشکر پر آپ نے ایک مٹھی بھر کر مٹی پھینک دی تو سب کی آنکھیں اندھی ہو گئیں ۔ (مسلم)

(۱۱) آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے دنیا میں اور خصوصاً عرب میں کہانت کی رسم جاری تھی ۔ جس کی صورت یہ تھی کہ شیاطین آسمان تک پہنچتے تھے وہاں فرشتوں سے جو تذکرہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کا سنتے اس میں بہت سے جھوٹ ملا کر ان لوگوں کو بتلا دیتے تھے جن کو شیاطین نے دنیا میں اپنا جال پھیلانے کے لئے چن رکھا تھا ۔ وہ ان شیاطین کو خوش رکھنے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے ۔ ان

لوگوں کو کاہن کہا جاتا تھا۔ یہ عوام میں غیب داں مشہور تھے۔ لوگ ان کی عزت و خدمت کیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے یہ سارا شیطانی نظام ختم کر دیا گیا۔ شیطانوں کو آسمانوں تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔ وہ اس طرف جائیں تو شعلۂ شہاب ان پر پھینکا جاتا ہے قرآن مجید سورۂ جن میں اس کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ کے وقت ایک کھجور کی لکڑی پر جو اسی کام کے لئے گاڑی گئی تھی ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد منبر بنانے کی تجویز ہوئی۔ آپ خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور یہ لکڑی حضور کے دست مبارک سے محروم ہو گئی تو اس خشک لکڑی سے رونے کی آواز نکلی جو سب صحابہ کرامؓ سنتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس کو سینۂ مبارک سے لگا لیا۔ تب یہ لکڑی خاموش ہوئی۔

(بخاری عن جابر و سہل بن سعد) ؎

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آواز دوست

(۱۳) یہود مدینہ نے آپ کی تصدیق سے انکار اور آپ کے دین پر اعتراض کئے اور یہود کے حق پر ہونے کا اعلان اور دعویٰ کیا کہ ساری دنیا میں اللہ کے دوست اور ولی صرف یہودی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکذیب اور رد کے لئے فرمایا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ تم اللہ کے اولیاء ہو تو ایک مرتبہ زبان سے موت کی تمنا کرو۔ کیونکہ موت کے بعد ہی تم اس بارگاہ عالی میں باریاب ہوسکتے ہو۔ اور دوست کو دوست سے ملنے کی تمنا کرنا ایک طبعی امر ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ پیش گوئی بھی فرمادی کہ یہود ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ خود بھی اپنے دعوی میں جھوٹا ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ اور اگر انہوں نے ایک کلمہ بھی تمنائی موت کا زبان سے نکالا تو اسی وقت مرجائیں گے۔ (بخاری ابن عباس) اس کا مفصل اعلان قرآن کریم کی سورۂ جمعہ میں فرمایا گیا۔ جو عام طور پر مساجد میں اعلانیہ جہراً پڑھی جاتی ہے۔

یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد دو مصیبتوں میں گرفتار ہوگئے کہ اگر حکم کے موافق تمنائے موت کرتے ہیں تو انہیں بھی اپنے دلوں میں یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں۔ آپ کی بات ٹل نہیں سکتی۔ موت مانگیں گے تو ہم آپ کے فرمانے کے مطابق فوراً مرجائیں گے۔ اور اگر موت کی تمنا نہیں کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اعلانیہ پوری ہوئی۔

(۱۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی غیب کی باتوں کی خبر دی۔

اور وہ ٹھیک اسی طرح پوری ہوئی، جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خبر دی تھی کہ ان کو ایک مصیبت میں ابتلاء پیش آوے گا۔ جس کے بعد وہ جنت میں جائیں گے۔ (بخاری ومسلم ابی موسیٰ)

(۱۵) حضرت عمار بن یاسر کو خبر دی تھی کہ ان کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ (بخاری ومسلم) چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا۔

(۱۶) آپ نے خبر دی تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حق تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اختلاف کے بعد صلح کرا دیں گے (بخاری عن ابی بکرہ) ایسا ہی واقعہ ہوا۔

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غازی کے متعلق جو جہاد میں شریک تھا۔ یہ خبر دی کہ یہ اہلِ جہنم میں سے ہے۔ (حالانکہ اس وقت تک اس کے اعمال سے اس کا ظہور نہ ہوا تھا۔) مگر پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی اور حرام موت مرا۔ (بخاری ومسلم)

یہ تمام حالات و واقعات وہ ہیں جن پہ اطلاع پانے کی کوئی سبیل بجز اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے کے نہیں ہے۔ نہ نجوم و رمل وغیرہ سے ایسے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ نہ کشف اور دوسری تدبیروں سے۔

(۱۸) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لئے مدینہ طیبہ

کی طرف روانہ ہوئے اور کفار قریش نے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے چاروں طرف سوار دوڑائے۔ سراقہ ابن مالک اسی طرف چلا۔ جس طرف حضور تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر اپنا گھوڑا آپ کے پیچھے چھوڑ دیا۔ لیکن جب آپ کے قریب پہنچا تو زمین نے اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں پکڑ لئے اور زمین میں دھنستے چلے گئے۔ اور زمین سے ایک دھواں اٹھنا شروع ہوا۔ عاجز ہو کر اس نے حضور ہی سے پناہ مانگی اور دعا کی درخواست کی۔ رحمۃ اللعالمین نے اس وقت بھی اس کی درخواست رد نہ فرمائی۔ اس کے لئے دعا کی تو زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔ گھوڑا باہر نکل آیا۔
(بخاری و مسلم)

(۱۹) اسود عنسی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ کے مقابلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک پارٹی بنا لی تھی، یہ یمن میں تھا۔ رات کو قتل کیا گیا۔ جس رات قتل ہوا اسی وقت آپ نے اس کے قتل ہونے کی خبر اور یہ کہ کس نے قتل کیا ہے لوگوں کو سنادی۔ ظاہر ہے کہ اس وقت نہ کوئی تار ٹیلیفون تھا۔ نہ لاسلکی اور ریڈیو کا زمانہ تھا۔ کہ خبر بجز اللہ تعالیٰ کے بتلانے کے آپ کو مل سکتی۔

(۲۰) ہجرت کے لئے نکلنے سے پہلے سَو قریشی جوانوں کا پہرہ آپ کے مکان پر لگا ہوا تھا اور چار طرف سے مکان کا محاصرہ

کئے ہوئے تھے ۔ ایسی حالت میں آپ باہر تشریف لائے اور سب کے سروں پر مٹی ڈالی ۔ مگر آپ کو کسی نے نہ دیکھا ۔ (ابن مردویہ عن ابن عباس)

(۲۱) ایک اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام کے مجمع میں حاضر ہوا اور اپنے آقا کی شکایت کی کہ وہ اسے بھوکا رکھتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے ۔ (ابوداؤد)

(۲۲) صحابہ کرام کے ایک مجمع میں آپ تشریف لائے اور فرمایا تم میں سے ایک آدمی جہنمی ہے ۔ اس کی داڑھ جہنم میں مثل اُحد پہاڑ کے ہوگی ۔ اس کے بعد یہ صورت پیش آئی کہ یہ سب صحابہ ایمان و سلامت و استقامت پر دنیا سے گذرے مگر ان میں سے ایک شخص مرتد ہو کر قتل کیا گیا ۔ (دارقطنی) اس شخص کا نام رجال بن عنفرہ تھا ۔

(۲۳) اسی طرح ایک مجمع صحابہ کو ایک مرتبہ خطاب کرکے فرمایا تم میں سے جس شخص کی موت سب سے آخر میں ہوگی وہ آگ میں جل کر مرے گا ۔ چنانچہ ان سب میں آخری مرنے والے ایک کھولتے ہوئے گرم پانی میں گر کر مرے ۔ (یہ قصہ طبرانی نے اور بیہقی نے دلائل میں ذکر کیا ہے) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آخری مرنے والے حضرت سمرہ ابن جندب رض

ہیں ۔ (تخریج احیاء)

(۲۴) آپ نے دو متفرق درختوں کو بلایا ۔ دونوں چل کر آ گئے یہاں تک کہ بالکل مل گئے ۔ پھر حکم دیا کہ اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ، اسی طرح چلے گئے (مسند احمد عن علی بن مرہ بسند صحیح)

(۲۵) آپ کا قد درمیانہ تھا ۔ مگر یہ معجزہ تھا کہ جب دراز قد آدمیوں کے ساتھ آپ چلتے یا کھڑے ہوتے تو آپ ان سے اونچے رہتے تھے ۔

(۲۶) آپ نے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی اور یہ بتلا دیا کہ اگر وہ مباہلہ کریں گے تو سب مر جائیں گے اور ان کے مکان و جائیداد تباہ ہو جائیں گے ۔ نصاریٰ کو آپ کے صدقِ قول کا یقین تھا ۔ اس لئے مباہلہ کی جرأت نہ کی ۔

(بخاری عن ابن عباس)

(۲۷) دو شخص عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے سوار مشہور تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے آئے ۔ آپ نے ان کے لئے بددعا کی تو عامر کے ایک گلٹی نکلی ۔ جس سے اس کی موت واقع ہو گئی اور اربدؔ پہ ایک بجلی گری جس سے جل کر مر گیا ۔ (طبرانی فی الاوسط والکبیر عن ابن عباسؓ)

(۲۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اُبیّ بن خلف جمحی

قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ غزوۂ احد میں اس کو ایک معمولی خراش آیا۔ اسی سے مرگیا۔ (البیہقی فی دلائل النبوۃ)

(۲۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے میں زہر دیا گیا۔ اس مسموم گوشت نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی۔ اور آپ یہ زہر کھا لینے کے باوجود اس کے اثر سے محفوظ رہے۔ اور آپ کے ساتھ ایک صحابی بشر بن براء نے کھانا کھایا تھا وہ انتقال کر گئے۔ (ابوداؤد عن جابر)

(۳۰) غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ قریش میں سے ایک ایک کے مر کر گرنے کی جگہیں متعین کر کے بتلا دی تھیں کہ ابوجہل یہاں گرے گا۔ اور فلاں فلاں جگہ۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح واقعہ ہوا۔ ایک بالشت کا بھی فرق نہیں ہوا۔ (مسلم عن عمرؓ)

(۳۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امّت کی کچھ جماعتیں دریا میں جہاد کریں گی۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ (بخاری ومسلم)

(۳۲) پوری زمین کے مشرق ومغرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیئے گئے اور آپ نے خبر دی کہ میری امت کی حکومت وسلطنت اس سب پر حاوی ہوگی۔ (مسلم عن عائشہ فاطمہؓ)

چنانچہ مسلمانوں کی حکومت ابتداء مشرق بلاد ترک سے آخر مغرب

بحر اندلس تک پہنچی۔ مگر جنوب و شمال میں اتنی وسیع نہیں ہوئی۔ کہ خبر نبوی میں مشرق سے مغرب تک کے احاطہ کی پیش گوئی تھی۔ شمال سے جنوب تک احاطہ مذکور نہ تھا۔

(۳۳) اپنی صاحب زادی سیدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو آپ نے خبر دی تھی کہ آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے آپ سے وہ ملیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (بخاری و مسلم)

(۳۴) آپ نے خبر دی تھی کہ آپ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں جو سب سے زیادہ سخی ہیں وہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گی۔ چنانچہ حضرت زینب ام المساکین جو سب سے زیادہ صدقات و خیرات میں معروف تھیں سب ازواج مطہرات سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ (مسلم عن عائشہ رض)

(۳۵) ایک بکری جس کا دودھ منقطع ہو چکا تھا۔ اور گیا بھن بھی نہ تھی۔ آپ نے اس کے تھنوں کو چھو دیا وہ دودھ دینے لگی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسلام لانے کا سبب یہی واقعہ ہوا۔ (مسند احمد ابن مسعود رض باسناد جیّد)

(۳۶) ایسا ہی واقعہ ایک مرتبہ ام سعید کے خیمہ میں سفر ہجرت کے وقت پیش آیا۔

(۳۷) غزوۂ بدر یا اُحد میں ایک صحابی کی آنکھ نکل کر زمین پہ گر گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے

اس کو اٹھا کر اس کی جگہ رکھ دیا۔ یہ بالکل تندرست ہو گئے اور آخر تک اس آنکھ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اور اس کی روشنی دوسری آنکھ سے زیادہ رہی۔ (ابونعیم والبیہقی فی دلائل النبوۃ)

(۳۸) غزوۂ خیبر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آشوب کئے ہوئے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر آبِ دہن ڈال دیا یہ اسی وقت اچھی ہوگئیں اور آپ نے علم جہاد ان کے حوالہ فرما دیا۔ (بخاری ومسلم عن علیؓ)

(۳۹) کھانا جب آپ کے سامنے رکھا جاتا تو وہ تسبیح پڑھتا۔ اور صحابہ کرامؓ اپنے کانوں سے سنتے تھے۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)

(۴۰) ایک صحابی کا پاؤں کٹ گیا۔ آپ نے اس پر دست مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھا ہو گیا۔ (بخاری فی قصۃ قتل ابی رافع)

(۴۱) ایک لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ دیکھا تو توشہ کم رہ گیا۔ آپ نے جو کچھ باقی تھا سب کو جمع کیا تو بہت تھوڑا سا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ پھر سارے لشکر کو حکم دیا کہ اپنے اپنے برتن اس سے بھر لو۔ چنانچہ سارے لشکر کے برتنوں میں ایک برتن بھی خالی نہ رہا۔ سب پُر ہو گئے (بخاری ومسلم عن سلمۃ بن الاکوع)

(۴۲) حکم ابن خاص بن وائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی بطور استہزاء نقل اتاری۔ آپ نے فرمایا کہ تو ایسا ہی ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے بدن میں رعشہ ہو گیا اور ساری عمر اسی رعشہ میں مبتلا رہا۔ (البیہقی فی الدلائل)

(۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے نکاح کے لئے پیام دیا۔ اس کے باپ نے حیلہ کرنے اور نکاح سے بچنے کے لئے کہہ دیا کہ اس عورت کو برص ہے۔ حالانکہ اس کو برص (سفید داغ) نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی ہی ہو جاوے چنانچہ اس کو برص پیدا ہو گیا اور یہ ام شبیب برصاء کے نام سے مشہور ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بہت زیادہ ہیں۔ علماء نے ان کے لئے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ہم نے اس جگہ بطور نمونہ صرف چند مشہور معجزات نقل کئے ہیں۔

یہ معجزات علیحدہ علیحدہ اگر متواتر نہ ہوں مگر ان کی مجموعی تعداد ضرور تواتر سے ثابت اور قطعی الثبوت ہے۔ جس میں شک کرنا ایسا ہے جیسے کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت یا حاتم طائی کی سخاوت میں اس لئے شک کرے کہ جو واقعات آپ کی شجاعت وسخاوت کے نقل کئے جاتے ہیں وہ تواتر سے ثابت اور قطعی الثبوت

نہیں ۔ کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ جدا جدا واقعات اگرچہ متواتر نہیں ۔ مگر ان کا مجموعہ ضرور متواتر ہے ۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ قرآن ہی ایسا ہے کہ وہ ہر اعتبار سے متواتر اور قطعی بھی ہے اور آپ کے بعد بھی قیامت تک باقی رہنے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے صدق کے لئے بُرہانِ قاطع ہے کہ آپ ایک ایسے شہر اور ایسے گھرانہ میں پیدا ہوتے ہیں جہاں نہ کوئی علم کا سلسلہ ہے نہ کوئی مکتب و مدرسہ نہ کوئی عالم نہ کوئی علمی مجلس ۔ پھر پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو جاتے ہیں ۔ والد مشفق کا انتقال ہو جاتا ہے ۔ جس سے ذرائع تربیت و تہذیب اور بھی مفقود ہو جاتے ہیں ۔ پھر ساری عمر آپ انہیں جہلا کے طبقہ میں پلتے اور بڑھتے ہیں ۔ کہیں طلبِ علم کے لئے سفر بھی نہیں کرتے ۔ اسی حالت میں جوان ہوتے ہیں اور ایک ایسی فصیح و بلیغ کتاب لوگوں کے سامنے لاتے ہیں کہ اس کے معانی تو معانی، الفاظ کی نقل سے بھی دنیا عاجز ہے ۔

پھر یہی نہیں آپ اس کتاب کو اپنے اور اپنی قوم کے درمیان ایک فیصلہ کن معیار قرار دے کر تمام بلغاء عرب و فصحا قریش کو للکارتے ہیں اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو اور اس کتاب کو آسمانی اور خدا کا کلام نہیں جانتے تو آؤ اس کی ایک

آیت کے برابر کوئی کلام تم کہہ دو جو فصاحت و بلاغت میں اس کے برابر ہو۔ سارا عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں اور اسی ایک ہنر میں سارے عالم سے ممتاز تھا۔ اس کے مقابلہ میں ایک آیت پیش کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنی جان و مال اور عزت و آبرو اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک مختصر سی آیت کے مقابلے میں چند جملے لکھ کر نہ لا سکے۔ اور حیرت یہ ہے کہ مقابلہ درست نہ ہوتا۔ فصاحت و بلاغت میں برابر نہ ہوتا، مگر جھونٹ موٹ کو چند جملے لکھ کر پیش کر دیتے تو حیلہ گروں کو ایک کہنے کی بات تو ہو جاتی۔ عرب کے سارے فصحاء و بلغاء سے یہ بھی نہ ہو سکا۔

یہ کس قدر کھلی ہوئی نشانی اور معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و سچائی کا مظہر ہے۔ پھر یہی نہیں کہ یہ معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور حیات طیبہ کے ساتھ محدود ہو، قرآن نے قیامت تک کے لئے اس کا اعلان دعوے کے ساتھ کیا اور بار بار کیا۔ منبروں اور مجامع میں کیا۔ پھر وہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک عرب و عجم میں پھیلا۔ لیکن آج تک کوئی اس کی ادنیٰ مثال پیش نہ کر سکا۔

کس قدر غبی اور بدنصیب ہے وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے احوال و اقوال پھر اخلاق پھر معجزات پھر آپ کے اصلاحی کارنامے پھر ساری دنیا میں آپ کی شریعت کی بے مثال ہمہ گیری دیکھتا ہے اور پھر بھی آپ پر ایمان نہیں لاتا۔ آپ کی تصدیق نہیں کرتا۔ اور کس قدر خوش نصیب توفیق یافتہ ہے وہ شخص جو آپ پر ایمان لایا اور جس نے آپ کے تمام ارشادات کو صدقِ دل سے تسلیم کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی توفیق عطا فرماوے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہٖ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

۲۳؍ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۳ھ

فریادِ اُمّت بحضورِ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلّم

یہ نظم برخوردار عزیز مولوی محمد زکی مرحوم نے لکھی ہے ناظرین کی دلچسپی کیلئے شائع کی جاتی ہے

اے شفیع المذنبین اے باعثِ کون و مکاں   اے سراجِ بزمِ وحدت اے پناہ بیکساں
اے مبشر اے منزل صادق الوعد و امیں   سیّدِ اولادِ آدم رحمتہ اللعالمیں
اے امام الانبیاء خیر البشر فخرِ انام   آفتابِ علم و حکمت دین کے ماہِ تمام
بیکس و بے بس کے وارث نامرادوں کی مراد   دوست دشمن کو ترے وعدہ پہ یکساں اعتماد
اے کہ تیری ذات سے قائم نظامِ زندگی   بادشاہی میں فقیری اور شانِ بندگی

پادشاہا یک نظر بر مسلمِ ہندی فگن
کز زمیں تا آسماں بینی نفیرِ مرد و زن

تنگ ہوتی جا رہی ہے اب مسلماں پر زمیں   ظلم کے پنجوں میں ہیں یہ امنِ عالم کے امیں
تیری امت اور ایسی خستہ حال و خستہ تن   جنکی لاشیں ڈھونڈتی پھرتی ہوں دو گز کا کفن
تیری امت اور ہو یوں بیکس و مجبور و زار   دیوِ استبداد کے پنجہ میں ہو اور ذوالفقار
جن کے قدموں کیلئے تھے قیصر و کسریٰ کے تاج   ٹھوکریں کھاتے ہوئے فاقہ زدہ پھرتے ہوں آج
جو جہاں میں عام کرنے آئے تھے لطف و کرم   وائے حیرت وہ بنیں یوں تختۂ مشقِ ستم
جس نے بخشے عورتوں کو عصمت و عفت کے تار   سامنے ان کے ہو ماں بہنوں کی عصمت تار تار
جو مساواتِ بنی آدم کا لائے تھے پیام   وائے نکبت بن رہے ہیں وہ غلاموں کے غلام
زیر دستوں کو دلانے آئے تھے جو تخت و تاج   ہوں وہی مجبور و بیکس اور پابندِ خراج
یہ غریبوں کے سہارے بیکسوں کے داد رس   ڈھونڈتے ہیں پر نہیں پاتے کوئی فریاد رس

ہم سراپا جرم و عصیاں بدعمل بدکار ہیں   نام لیوا آپ کے ہیں گرچہ بدکردار ہیں

یک نظر اے رحمتِ عالم بحالِ زارِ ما
تا برآید باز از لطفِ عمیمت کارِ ما

آئی گنبد سے ندا اب ختم کر فریاد کو   جنتِ ارضی بنانے دے ذرا شداد کو
پنجۂ ظلم و ستم کو تیز تر ہونے تو دے   طفلکِ معصوم کو ماں باپ پہ رونے تو دے
اور بڑھنے دے جہاں میں کفر کی تاریکیاں   اور ہونے دے نمایاں ظلم کی باریکیاں
فاش ہونے دے سیہ بختوں کی تیرہ بختیاں   عام ہونے دے مسلمانوں پہ پیہم سختیاں
چرخ تکنے دے مسلمانوں کو فرطِ یاس سے   عرش کو ہلنے دے کچھ دم شدتِ احساس سے
شانِ قہاری خدا کی جوش میں آنے کو ہے   زلزلہ اس محفلِ حق پوش میں آنے کو ہے
نخوت و ناز و تکبر کے عَلَم گر جائیں گے   پھر وہی دیرینہ اسلامی عَلَم لہرائیں گے
سنگِ راہ آخر کو اک دن ہو رہے گا سنگِ میل   یعنی پھر فرعونیت ہو کر رہے گی غرقِ نیل
ٹوٹ جائیں گے جہانِ کفر کے جام و سبو   ایک دن سر پر چڑھے گا بے گناہوں کا لہو
خونِ انسانی سے کشتِ ظلم پھل سکتی نہیں   کاغذی کشتی ہے یہ ڈوبے گی چل سکتی نہیں
ختم ہو جائیگا کیفیؔ یہ بھی وقتِ ناسعید   رات کی ظلمت سے پیدا ہو گی آخر صبحِ عید

باش اے گردوں کہ پھر اک انقلاب آنے کو ہے
دیکھ پھر مسلم کا دورِ کامیاب آنے کو ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

تمت

ناشر :
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

ادارہ اسلامیات

○ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور ——— فون : ۷۳۲۴۴۱۲ فیکس: ۷۳۲۴۷۸۵ ۴۲ ۹۲

○ ۱۹۰ ، انار کلی ، لاہور ، پاکستان ——— فون: ۷۲۴۳۹۹۱ ـ ۷۳۵۳۲۵۵

○ موہن روڈ ، چوک اُردو بازار ، کراچی ——— فون : ۷۷۲۲۴۰۱

Designed by (Angles) Khawaja Afzal